جولائی 2009ء

کسے رامیسر نشد ایں سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت
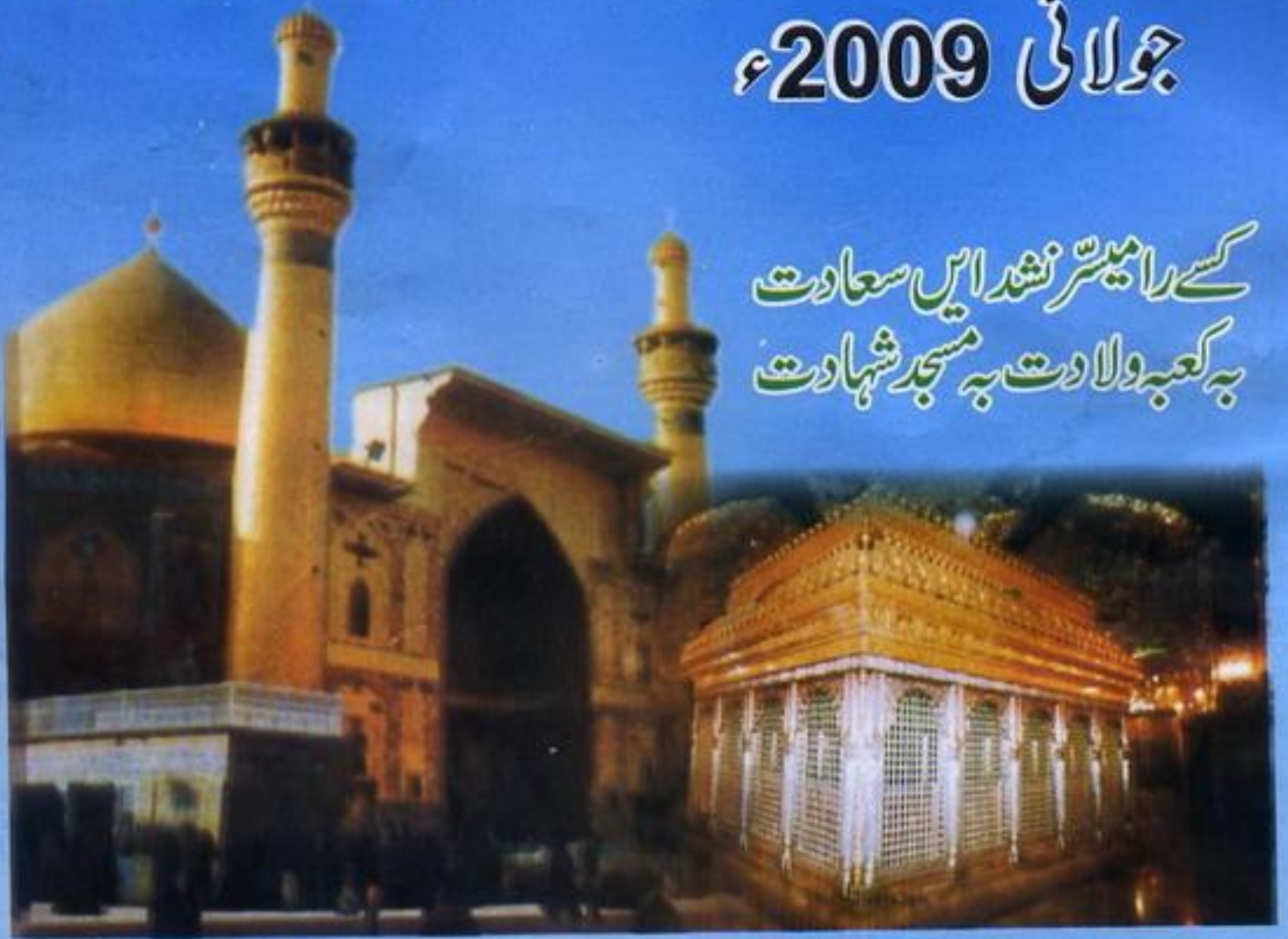
زیر انتظام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی، سرگودھا

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

☆ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے یہاں جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے خوش نصیب ہیں وہ افراد جنہوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چندروزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

☆ آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

☆ ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودہا بھی ہے آپ اپنے قومی ادارے جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1۔ اپنے ذہین وفطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کیلئے ادارہ میں داخل کروا کر۔

2۔ طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے کیونکہ فرمان معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔

3۔ ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کیلئے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔

4۔ ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "دقائق اسلام" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔

5۔ ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کیلئے

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودہا فون 048-3221472

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

دقائق اسلام

سرگودھا

جلد: ۱۳ — جولائی سن ۲۰۰۹ء — شمارہ: ۷

فہرست مضامین

اداریہ:	استحکام وبقائے پاکستان	۲
باب العقائد:	آئمہ امجاد کے مقام وکام کے متعلق صحیح شیعی اعتقاد	۳
باب الاعمال:	غیر خدا کے لئے کسی قسم کا سجدہ کرنا جائز نہیں ہے	۶
باب التفسیر:	کفار کی اطاعت گزاری کے نقصانات وغیرہ کا بیان	۷
باب الحدیث:	مخلص دینی بھائی کے صفات وعلامات	۹
باب المسائل:	سوالات کے جوابات	۱۰
باب المتفرقات:		۱۲ تا ۴۰

مدیر اعلیٰ: ملک ممتاز حسین اعوان

مدیر: گلزار حسین محمدی

پبلشر: ملک ممتاز حسین اعوان

مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰

مقام اشاعت: سلطان المدارس سرگودہا

کمپوزنگ: مجتبیٰ حیدر

زرتعاون 200 روپے

لائف ممبر 5000 روپے

اداریہ

استحکام وبقائے پاکستان

قومی یکجہتی اور اتحاد کی ضرورت

اس وقت پاکستان جن نازک اور تشویش ناک حالات سے گزر رہا ہے ہر پاکستانی اس سے اچھی طرح آگاہ ہے ہر پاکستانی اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھ رہا ہے مٹھی بھر دہشت گرد ملک میں قتل و غارت اور بدامنی پھیلا رہے ہیں افواج پاکستان کامیابی سے ان کا صفایا کر رہی ہیں پاکستان کی عسکری قوتوں کو عوام کی مکمل حمایت حاصل ہے امید ہے بہت جلد دہشت زدہ علاقوں کو ظالم قوتوں سے آزاد کرالیا جائیگا اور وہاں کے باسی امن وسکون کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو واپس جاسکیں گے۔

اس بات سے حکومتی اداروں کو غافل نہیں رہنا چاہیئے کہ یہ دہشت گرد شکست کھانے کے بعد ملک کے طول وعرض میں پھیل جائیں گے اور ملک کا امن تباہ کرنے کی کوشش کریں گے اور عوام کی جان و مال اور حکومتی اداروں کو تخریب کاری کا نشانہ بنائیں گے۔

ان حالات میں قومی یک جہتی اور ملی اتحاد کی اشد ضرورت ہے ملک کے تمام طبقات اور مکاتب فکر کے لوگوں کو متحد ہوکر قومی سلامتی کے لئے کوشاں رہنا چاہیئے اب اگر حالات کی سنگینی کا احساس نہ کیا گیا تو تاریخ ہرگز ہرگز ہمیں معاف نہیں کریگی علما اور دانشور قوم کی صحیح خطوط پر رہنمائی کریں مذہبی تعصب کے بتوں کو پاش پاش کرکے وحدت اسلامی کا نمونہ پیش کیا جائے گروہی علاقائی اور لسانی تحریکوں کے بھوت کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے۔

میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ قوم کو امن وسلامتی کی اہمیت سے روشناس کرائیں قوم کے مفکر اور دانشور ہنگامی طور پر تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لاکر اصلاح احوال کی طرف قدم بڑھائیں۔

تمام مکاتب فکر کے علماء خطباء اور واعظین محبت واخوت کے جذبات کو پروان چڑھائیں نفرتوں اور کینوں کو ہمیشہ کے لئے دفن کردیا جائے حکومتی ادارے شرپسند اور نفرت انگیز تقریریں کرنے والوں کا محاسبہ کریں شدت پسندی کے خاتمے کے لئے دوررس انتظامات کئے جائیں ماضی کی غفلت اور بعض حکمرانوں کی طرف سے شدت پسندوں کو حوصلہ کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ان سے سبق حاصل کیا جائے اور شدت پسند افراد کا قلع قمع کرنے کے لئے آہنی ہاتھ استعمال کئے جائیں دہشت گردی کے نیٹ ورک کو ختم کرنے کے لئے اگر مزید قانون سازی کی ضرورت ہو تو قانون سازی کی جائے اور سخت سزاؤں کا اجراء کیا جائے۔

ہم یقین سے کہتے ہیں کہ اگر پاکستان کی عوام اتحاد واتفاق سے اپنے موجودہ مسائل حاصل کرنا چاہے تو کامیابی وکامرانی دور نہیں ہے اور یہ ملک بہت جلد امن وسکون کا گہوارہ بن جائیگا۔

حکومت اور عوام اگر احکام خداوندی اور سیرت نبویؐ پر عمل پیرا ہوکر متحد ہوجائیں تو کامیابی ہمارے قدم چومے گی اور ایک خوشحال پاکستان وجود میں آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو

باب العقائد

آئمہ امجاد کے مقام وکام کے متعلق صحیح شیعی اعتقاد

ازقلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس وپرنسپل سلطان المدارس

ہادیان دین یعنی جناب پیغمبر اسلامؐ وائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے صحیح مقام ومنزلت کی تعیین باوجود خدا کی صفات مختصہ سے تنزیل کے بعد انسانی عقول وافہام کی دسترس سے بلند و بالا ہے لا یقاس بآل محمد احد من الناس۔ نہج البلاغۃ۔ تاہم عام انسانی وسعتِ عقل واستعداد کے مطابق ان راہنمایان دین نے اپنے مقام وکام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے انہی کے مستند و معتبر ارشادات وفرامین کی روشنی میں اس کا ایک جامع خلاصہ ذیل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

(۱) یہ بزرگوار سوائے نبوت اور اس کے خصائص کے دیگر تمام فضائل وکمالات میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحیح وارث وجانشین ہیں۔

(۲) واضح رہے کہ آنحضرتؐ تمام سابقہ انبیاء ومرسلینؑ کے تمام علمی وعملی کمالات کے مع شئی زائد حامل ہیں اور اس جامعیت کی وجہ سے ان سب سے افضل واشرف ہیں اور چونکہ یہ بزرگوار آنحضرتؐ کے کمالات وکرامات کے جامع ہیں اس لئے سوائے سرکار ختمی مرتبتؐ کے دوسرے تمام انبیاءؑ سے ان کا مقام بلند ہے اور علم وفضل، زہد وتقویٰ، عفت وعصمت، جود وسخاوت، شجاعت و شہامت غرضیکہ تمام امکانی صفاتِ جلیلہ میں سرآمد روزگار وافتخار ہر نبی وہر وصی وہر شہریار ہیں۔

(۳) چونکہ آنحضرتؐ کی نبوت ورسالت صرف بنی نوع انسان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ وہ پورے عالمین کے بشیر ونذیر اور ان کا وجود مسعود پورے عالم امکان کے لئے سراپا رحمت ہے اس لئے ان ذواتِ مقدسہ کی خلافت وامامت بھی کسی خاص قوم وقبیلہ یا کسی خاص زمان ومکان کی قید سے مقید نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی تمام عالمین کے لئے ہادی وراہنما اور تمام کائنات علوی وسفلی پر حجت خدا ہیں۔

(۴) جس طرح آنحضرتؐ عصمت کبریٰ کے اجل وارفع درجہ پر فائز ہیں اسی طرح ان حضرات قدسی صفات کا دامن عصمت بھی از مہد تا لحد ہر قسم کے گناہان صغیرہ وکبیرہ کی عمدی وسہوی آلودگیوں سے منزہ ومبرا ہے۔

(۵) چونکہ یہ بزرگوار پورے عالم امکان اور دوسرے جہان پر حجت خدائے رحمٰن ہیں۔ اس لئے وہ سب مخلوقات حتیٰ کہ چرند و پرند اور درند کی زبان بھی سمجھتے ہیں اور ہر زبان میں گفتگو کر سکتے ہیں۔

(۶) اگرچہ ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ وپیمانہ نہیں ہے جس سے ان کے علوم لدنیہ کا حدود اربعہ معلوم کیا جا سکے لیکن اس قدر مسلم ہے کہ حجت خدا کی پہچان یہی ہے کہ وہ کسی وقت، کسی جگہ، کسی سائل اور کسی موضوع کے متعلق سوال کے جواب میں یہ نہ کہے کہ مجھے اس

کا جواب معلوم نہیں۔ ''الحجۃ من لا یقول لا ادری'' خلاصہ یہ کہ ان کا علم خدا کے مقابلہ جزئی اور ہمارے مقابلہ میں کلی ہے۔

(۷) جس طرح آنحضرتؐ کی ہر حالت، ہر جگہ ہر زمانہ، ہر قوم اور ہر امر میں ہر شخص پر اطاعتِ مطلقہ واجب ہے۔ اسی طرح ہر حال، ہر جگہ، ہر زمان، ہر مکان اور ہر امر میں ہر شخص پر ان معصوم ہستیوں کی بھی اطاعت مطلقہ واجب ہے۔ ان کی اطاعت خدا کی اطاعت اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے اور دنیوی و اُخروی فوز و فلاح انہی کی اطاعت میں پوشیدہ ہے۔ فھم سفن النجاۃ و مصابیح الدجیٰ و اعلام التقیٰ الدعاۃ الی اللّٰہ و الا دلاء الی مرضاۃ اللّٰہ و ائمۃ الھدیٰ والسادۃ القادۃ صلوات اللّٰہ علیھم اجمعین۔

(۸) جس طرح آنحضرتؐ کی ہر شخص پر محبت واجب و لازم ہے اور اس کے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں کہلا سکتا ہے۔ اسی طرح ان ذوات عالیہ کی مودت و محبت بھی اجر رسالت کے طور پر ہر مسلمان پر واجب و لازم ہے اس کے بغیر کم از کم کوئی شخص اہل ایمان نہیں کہلا سکتا۔ اور ان کا دوست خدا کا دوست اور ان کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔

(۹) جس طرح آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت کے بغیر کسی عامل کا کوئی عمل قبول نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان مقربان بارگاہ کی امامت و ولایت کے اقرار کے بغیر بھی کسی عمل کرنے والے کا کوئی عمل بارگاہ ربوبیت میں شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کے انکار کے مترادف ہے۔

(۱۰) یہ بزرگوار آنحضرتؐ کی طرح علت غائی ممکنات و باعث ایجاد کائنات ہیں۔ خدائے قادر و قیوم نے آسمان کا شامیانہ انہی کی خاطر لگایا۔ اور زمین کا فرش انہی کے طفیل بچھایا ہے۔ الغرض خدا اگر ان کو پیدا نہ کرتا تو عالم امکان کے ایک ذرہ کو بھی خلعت وجود عنایت نہ کرتا۔ اس لئے یہ بزرگوار خدا تک رسائی اور اپنی مشکل کشائی کرانے کا بہترین وسیلہ و ذریعہ ہیں۔

(۱۱) اس عالم میں خدا کے دو نظام رائج ہیں۔ ایک کا نام ہے نظام شریعت۔ دوسرے کا نام ہے نظام تکوین۔ مسائل حلال و حرام، احکام جائز و ناجائز اور دوسرے حقائق و معارف دین کا تعلق پہلے نظام سے ہے۔ اور پیدا کرنے، روزی دینے، بیماروں کو شفا دینے، مارنے اور جلانے کا تعلق دوسرے نظام سے ہے۔ جہاں تک نظام شریعت کا تعلق ہے یہ ذوات قدسیہ اس کے سربراہ ہیں۔ اور شرعی نقطۂ نظر سے یہی ہمارے حاکم اعلیٰ اور بادشاہ ہیں اگر دنیوی حکام جور کے پنجۂ ظلم و استبداد سے آزاد ہوں۔ اور مبسوط الید ہوں۔ تو دینی معارف و حقائق اور مذہبی مسائل و احکام کا بیان اور انکی نشر و اشاعت الغرض ہر کمی و زیادتی سے شریعت کی حفاظت و حراست کرنا۔ اور دنیوی امور میں جو فرائض ایک عادل بادشاہ کے ہوتے ہیں۔ جیسے مبنی بر انصاف عادلانہ حکومت کا قیام، اسلامی سرحدوں کی حفاظت۔ شرعی حدود و تعزیرات کا اجراء و انفاذ۔ غرباء یتامیٰ اور دیگر ہر قسم کے مستحقین کی دیکھ بھال کرنا اور ان تک ان کے حقوق کی پہچاننا ظالم و جابر کو ظلم و جور سے باز رکھتے ہوئے مظلوم کی دادرسی کرنا وغیرہ ان کے حقیقی فرائض و وظائف ہیں اور جہاں تک دوسرے نظام یعنی نظام تکوین (پیدا کرنے، رزق دینے، شفا دینے اور مارنے و جلانے وغیرہ) کا تعلق ہے۔ اس کا چلانا ان کے متعلق نہیں ہے۔ خدا نے ان کاموں کی انجام دہی ان کے سپرد نہیں فرمائی۔ نہ بصورت تفویض نہ بشکل توکیل نہ بلحاظ آلات و اسباب اور نہ باعتبار فرشتوں پر ناظر و نگران ہونے کے۔ بلکہ یہ

سب کام خود خدائے رحمٰن وعلام بذریعہ ملائکہ کرام انجام دیتا ہے۔ کل یوم ہو فی شان۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام اس نظام سے بھی بالکل الگ تھلگ اور غیر متعلق بھی نہیں ہیں بلکہ اس نظام میں ان کا منصب و مقام ہماری شفاعت وسفارش کرنا ہے۔ وہ بارگاہ قدرت میں ہماری شفاعت کرتے ہیں۔ تو خدا بے اولادوں کی گودیں نعمتِ اولاد سے بھر دیتا ہے۔ وہ سفارش کرتے ہیں تو خدا بے مال وزر کو دولت مال ومنال سے مالا مال کر دیتا ہے یہ ایسے مقرب بارگاہ ہیں کہ خدا ان کی شفاعت و سفارش کو مسترد نہیں فرماتا۔ الا لمن ارتضیٰ و ما تشاؤن الا ان یشاء اللّٰہ اس دعویٰ امر کی علاوہ وسابقہ ولاحقہ دلائل وبراہین کے جن اخبار و آثار سے تائید مزید ہوتی ہے۔ وہ درج ذیل ہے یہاں امام زمانہ والی توقیع مبارک ''ان اللہ خلق الاجسام و قسم الارزاق الخ'' جو اسی باب میں قبل ازیں دو مرتبہ پیش کی جا چکی ہے۔ خصوصاً ملحوظ ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ سفارش ہم کرتے ہیں۔ پیدا خدا کرتا ہے اور سفارش ہم کرتے ہیں رزق خدا دیتا ہے۔ الخ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ نمبر ۱۳

چہ جائے کہ بانیان سے کچھ مطالبہ زر کریں اُن کے شکر گذار تھے کہ آپ نے مجھے ذکر محمدؐ و آل محمدؐ کا موقع فراہم کیا۔ تاکہ میں میدان حشر میں شفاعت جناب زہراؑ کا مستحق بن سکوں۔ میری مراد سرکار علامہ محمد شفیع نجفی قبلہ ہیں۔

مومنین کرام ہم سب کیلئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ جوش ملیح آبادی نے ہوش میں جو مقررین کیلئے اظہار خیال کیا تھا۔۔۔ لقمے میں تر کرتا ہے تو۔ حقیقت نہ بن جائے۔

پروردگار عالم کے حضور بتصدق جناب امام حسینؑ دست بدعا ہوں کہ وہ عزاداری مظلوم کرب و بلا کی نعمت ہماری شفاعت کا سبب بنائے اور ہمیں توحید و رسالت و امامت کے اُس عقیدہ پر قائم و دائم رکھے جو مشیت ایزدی و آل اطہار علیہم السلام ہے۔ آمین بحق آل یسین الاحقر

خاکپائے عزادارن مظلوم نینوا

سید شفقت حسین جعفری لاہور

☆☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ نمبر ۱۶

ہوتی ہے۔ مولا علیؑ بھی فرمادیں۔ واقعاً یہ میرے ہیں۔ تو پھر جنت میں داخل ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ ہمارا عمل وکردار بھی ہماری زبان کے ساتھ دے۔ صرف زبان سے یہ نہ کہیں یا علی ہم تو تیرے ہیں۔ بلکہ مکمل بدن علمی طور پر سیرت علویہ کا مظہر نظر آئے۔ تو پھر انشاء اللہ قیامت والے دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام بھی آگے بڑھ کر کہیں گے یہ میرے ہیں اور جب علیؑ ابن ابی طالب فرمائیں یہ میرے ہیں۔ تو پھر جنت میں داخلہ علیؑ والوں کا نصیب ومقدر ہوگا۔ اور جہنم دشمنان علیؑ کے لئے ہے۔ خداوند کریم بتصدق امیر المومنین علیہ السلام ہمیں امیر المومنینؑ کا سچا موالی بنائے دنیا و آخرت میں ان کی مؤدت ومحبت پر قائم رکھے۔ اور آخرت میں ان کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

باب الاعمال

غیر خدا کے لئے کسی قسم کا سجدہ کرنا جائز نہیں ہے

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

چونکہ تمام عبادات میں سے افضل عبادت نماز اور نماز کے تمام اجزاء و واجبات میں سے افضل سجدہ ہے اور اس سے بڑھ کر عجز و انکسار، مسکنت و درماندگی اور خشوع و خضوع کا اظہار ناممکن ہے اس لئے بالاتفاق سجدہ خداوند کریم کی ذات کے ساتھ مختص ہے جو ہر قسم کی بزرگی و کبریائی کا مرکز ہے اس لئے کسی قسم کا سجدہ غیر خدا کے لئے جائز نہیں ہے۔ یہ تعظیمی و تعبدی کی اصطلاحات خانہ ساز ہیں اگرچہ ہم اس موضوع پر اپنی کتاب احسن الفوائد میں بڑی تفصیل کے ساتھ تبصرہ کر چکے ہیں مگر یہاں چاہتے ہیں کہ صرف بعض اعلام کی فرمائش درج کر دیں جو فقہ جعفری کے اہم ستون ہیں۔ آیۃ اللہ المفقیہ آقا السید محمد کاظم الطباطبائی اعلی اللہ مقامہ اپنی کتاب العروۃ الوثقی مطبوعہ طہران (جو موجودہ دور کے سب سے بڑے پانچ مراجع تقلید کے حواشی سے مزین ہے) کے ص ۲۳۷ پر فرماتے ہیں۔ یحرم السجود لغیر اللہ تعالیٰ فانہ غایۃ الخضوع فیختص بمن ہوفی غایۃ الکبریا و العظمتہ وسجدۃ الملائکتہ لم تکن لادم بل کان آدم قبلتھم لم و کما ان سجدۃ یعقوب و اولادہٗ لم تکن لیوسف بل اللہ تعالیٰ شکرا حیث راؤ اما اعطاہ اللہ من الملک فما یفعلہ الشیعتہ عند قبر امیر المومنین وغیرہ من الائمۃ علیہم السلام. مشکل الا ان یقصد وابہ سجدۃ الشکر لتوفیق اللہ تعالیٰ لھم لادراک الزیارۃ الخ۔

اسی طرح استاد استاد حضرت آیۃ اللہ المفقیہ آقا السید محسن الطباطبائی اعلی اللہ مقامہ اپنے رسالہ منہاج الصالحین ج ا ص ۵ طبع النجف میں فرماتے ہیں۔ یحرم السجود لغیر اللہ تعالیٰ من دون فرق بین المعصومین علیھم السلام وغیرھم و ما یفعلہ الشیعتہ فی مشاھد الائمۃ لا بدان یکون للہ شکرا علی توفیقھم لزیارتھم والحضور فی مشاھد ھم جمعنا اللہ تعالیٰ و ایاھم فی الدنیا و الاخرۃ و ھو ارحم الراحمین۔

ہر دو عبارات شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ غیر خدا کے لئے سجدہ حرام ہے۔ خواہ کسی معصومؑ کو کیا جائے یا غیر معصومؑ کو کیونکہ سجدہ میں عاجزی کی انتہا ہے تو یہ صرف اسی ذات سے مختص ہے جو کبریائی و بڑائی کی انتہا پر فائز ہے اور وہ صرف خدا ہے اور ملائکہ کا سجدہ آدم کو نہ تھا بلکہ آدم کو قبلہ بنا کر خدا کو سجدہ کیا تھا اسی طرح جناب یعقوبؑ اور انکے بیٹوں نے جناب یوسفؑ کو سجدہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کا ملک و اقبال دیکھ کر سجدہ شکر ادا کیا تھا بنابریں شیعہ حضرات جناب امیر المومنینؑ یا ائمہ طاہرینؑ کے مشاہد مقدسہ میں سجدہ کی جو شکل بناتے ہیں تو اس سے اگر ان کا مقصد خدا کا سجدہ شکر ادا کرنا ہے جس نے ان کو ان ذوات مقدسہ کی زیارت کی توفیق دی ہے تو ٹھیک ورنہ اس کا جواز مشکل ہے۔ فاحفظ ھذا فانہٗ بالحفظ والتدبیر جدیر و لا ینبئک مثل خبیر۔

باب التفسیر

کفار کی اطاعت گزاری کے نقصانات وغیرہ کا بیان

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

سورہ آل عمران

يا ايها الذين آمنوا ان تطيعو الذين كفروا يردّو كم على اعقابكم فتنقلبوا خاسرين (۱۴۹) بل الله مولاكم و هو خير الناصرين (۱۵۰) سنلقى فى قلوب الذين كفروا الرعب بما اشركوا بالله ما لم ينزل به سلطاناً و مأواهم النار و بئس مثوى الظالمين (۱۵۱) و لقد صدقكم الله وعده اذ تحسونهم باذنه حتى اذا فشلتم و تنازعتم فى الامر و عصيتم من بعد ما اراكم ما تحبون منكم من يريد الدنيا و منكم من يريد الاخرة ثم صرفكم عنهم ليبتليكم و لقد عفا عنكم والله ذوفضل على المؤمنين (۱۵۲)

ترجمہ:

اے ایمان والو! اگر تم نے ان لوگوں کی اطاعت کی جنہوں نے کفر اختیار کیا تو تم کو الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھیر کر لے جائیں گے اور تم بڑا خسارہ اٹھا کر واپس ہو گے (۱۴۹) (تمہیں کسی کی اطاعت کی کیا ضرورت ہے) بلکہ تمہارا حامی و سرپرست خدا ہے اور وہ بہترین مددگار ہے (۱۵۰) (تم پریشان نہ ہو) ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دیں گے اس لئے کہ انہوں نے خدائی میں ان بتوں کو شریک بنایا ہے۔ جن کے بارے میں خدا نے کوئی سند و دلیل نہیں اتری اس لئے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا (یہ) کیا برا ٹھکانہ ہے (۱۵۱) اور بے شک خدا نے (جنگ احد میں) اپنا وعدہ (نصرت) اس وقت سچا کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے ان (کافروں) کا قلع قمع کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم کمزوری دکھائی تو تم نے حکم عدولی کی۔ (اس لئے کہ) تم میں کچھ دنیا کے طلبگار تھے اور کچھ آخرت کے طلبگار تھے پھر اس نے تمہیں ان کے مقابلے میں پسپا کر دیا تا کہ تمہارے ایمان و اخلاص کی آزمائش کرے۔ اور (پھر بھی) تمہیں معاف کر دیا۔ اور اللہ اہل ایمان پر بڑا فضل کرنے والا ہے (۱۵۲)

علامہ طبرسی نے اس آیت کی شان نزول حضرت علیؑ سے یہ نقل کی ہے۔ کہ جب مسلمان جنگ احد سے ہزیمت خوردہ ہو کر واپس آئے تو منافقین نے ان سے کہا کہ اپنی برادری کی طرف اور اپنے سابق دین (کفر) کی طرف پلٹ آؤ اس پر یہ آیت اتری (مجمع البیان) اور شیخ مراغی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔ ''المراد بالذين كفروا ابوسفيان لا نه شجرة الفتن'' کہ یہاں کافروں سے مراد ابوسفیان ہے کیونکہ وہ فتنوں کا درخت ہے۔ (تفسیر مراغی بحوالہ الکاشف)

"بل الله مولکم"، تمھیں کسی کی اطاعت کرنے یا کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے اللہ جو تمہارا حامی اور سرپرست ہے وھو خیر الناصرین۔

اس آیت کی شان نزول یوں وارد ہے کہ جنگ احد سے واپس جاتے ہوئے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم نے باقی ماندہ مسلمانوں کو زندہ چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ واپس چلو اور ان کا مکمل خاتمہ کرو اور بروایتے کہا کہ مدینہ چلو اور مسلمانوں کا گھر بار غارت کرو۔ مگر خدا نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا کہ مبادا آنحضرتؐ اور مسلمان ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل نہ کردیں (مجمع البیان) حضرت رسول خدا فرمایا کرتے تھے "نصرت بالرعب"۔ رعب و دبدبہ سے میری نصرت کی گئی ہے (نور الثقلین الخصال) "بئس مثوی الظالمین"۔ ظالموں کا ٹھکانہ (دوزخ) کیا برا ٹھکانہ ہے؟

خداوند عالم نے آیت "ان تصبرو و تتقوا و یاتوکم من فورھم ھذا" یا پیغمبر کی زبانی جنگ احد میں فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ صبر و ضبط سے کام لیں گے۔ تقوائے الٰہی اختیار کریں گے اور آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل کریں گے اور انکی حکم عدولی نہیں کریں گے چنانچہ آغاز جنگ میں خدا نے یہ وعدہ اس وقت سچا کر دکھایا جب شیر کردگار حیدر کرارؑ نے یکے بعد دیگرے کفار کے نو علمبردار واصل جہنم کردیے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر)

یہاں تک کہ کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شکست خوردہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر جب مسلمانوں نے کمزوری دکھائی اور حکم رسول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے درہ کو خالی چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے کیلئے دوڑ پڑے تو انکی اس کمزوری، باہمی نزاع، بدنظمی اور حکم رسول کی خلاف ورزی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل نے عقب سے حملہ کردیا۔ تو مسلمان اس یلغار سے حواس باختہ ہوگئے۔ اور جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی۔ جیسا کہ اسکی تفصیل قبل ازیں آیت مبارکہ "و اذغدوت من اھلک" کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ یہی صحابہ کرام کی وہ مقدس جماعت ہے۔ جسکے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ منکم من یرید الدنیا کہ تم میں سے بعض دنیا کے طلب گار ہیں اور بعض آخرت کے طلبگار ہیں۔ یہ سب برابر کس طرح ہوئے؟؟ اس آیت مبارکہ میں خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی پسپائی کے علل و اسباب کے بڑے احسن انداز میں نشاندہی فرمائی ہے۔

بقیہ سوالوں کا جواب صفحہ نمبر ۱۱

سوال ۱۲۳: ولایت کے معنی اور دائرہ کار کیا ہے؟ اور ولایت محمد و آل محمدؐ سے کیا مراد ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ لفظ ولایت کی واؤ پر اگر زیر پڑھی جائے تو اسکے معنی محبت و مودت کے ہیں جو کہ آیت مودت (قل لااسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ) کا مقتضا ہے اور اگر واؤ پر زبر پڑھی جائے ولایت تو اسکے معنی حکومت یا آقائی اور سرداری کے ہوگے (جو کہ آیت ولایت انما ولیکم الله و رسوله والذین آمنو الذین) الآیۃ کا مقتضا ہے الغرض سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی محبت و مودت بھی واجب ہے۔ اور ان کو اپنا آقا و مولیٰ اور واجب الاطاعت سردار ماننا بھی لازم ہے چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔ یا ایها الذین آمنوا اطیعو الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ واللہ الموفق

باب الحدیث

مخلص دینی بھائی کے صفات وعلامات

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

۱۔ جناب ابو مریم انصاری حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا بصرہ کا رہنے والا ایک شخص حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا امیر المومنین کچھ بھائیوں کے بارے میں ارشاد فرمائیں؟ فرمایا بھائی دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱۔ قابل وثوق اور قابل اعتماد بھائی ۲۔ اور صرف دیکھ کر مسکرانے والے بھائی پھر فرمایا جو قابل وثوق بھائی ہیں وہ تو تمہارے لئے پناہ گاہ قوت بازو اور اھل و مال سب کچھ ہیں تم بھی ان کے لئے اپنے مال و جسم اور جاہ و جلال صرف کرو اور ان کے دوست سے دوستی اور ان کے دشمن سے دشمنی کرو۔ اور جہاں تک دوسری قسم کا تعلق ہے (کہ صرف آمنے سامنے آنے پر مسکرا دیتے ہو اور سلام و کلام کرتے ہو تو ان سے یہ سلام و کلام قطع نہ کرو۔ اور اس سے زیادہ کا ان سے مطالبہ اور تقاضا نہ کرو (اصول کافی)

۲۔ جناب سماعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا جو شخص لوگوں سے معاملہ کرے مگر ان پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ اور جب کچھ بیان کرے تو جھوٹ نہ بولے اور جب کسی سے کوئی وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے، یہ جو شخص ہے جسکی غیبت کرنا حرام ہے، اسکی مروت کامل ہے، عدالت ظاہر اور اس سے بھائی چارہ قائم کرنا واجب ہے۔ (ایضا)

۳۔ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ کسی شخص کی شرافت و دیانت کا اندازہ اسکے نماز و روزہ رکھنے اور لمبے سجدے چوڑے رکوع وجود کرنے سے نہیں لگایا جاسکتا۔ بلکہ یہ چیز اسکی زبانی صداقت وسچائی، وعدہ کی وفائی اور امانت کی ادائیگی معلوم ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ کسی شریف کی شرافت، کسی آدمی کی آدمیت اور انسان کی انسانیت کا اظہار اسکے حسن معاملات اور لوگون کے ساتھ اسکی روش و رفتار سے ہوتا ہے۔ (ایضا) دعا ہے کہ خداوند عالم ہمیں صرف گفتار کا غازی بننے کی بجائے کردار اور اخلاق و اطوار کا غازی رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی وآلہ الطاہرین۔

باب المسائل

سوالات کے جوابات

بمطابق فتویٰ آیت اللہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی

گذشتہ سے پیوستہ عالیجناب سید عارف حسین شاہ نقوی ایم اے

سوال ۱۱۹: جناب رسالتمآبؐ سے خدا تعالیٰ کا یہ کہلوانا کہ میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں۔ مدعا ومقصد کیا تھا؟ نیز غیب کی نفی پر بھی روشنی ڈالیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس اعلان واظہار کا مقصد بڑا واضح ہے کہ دور جاہلیت کے لوگ ہوں یا موجودہ روشنی کے دور کے لوگ۔ بالعموم عام لوگوں دینی راہنماؤں یعنی انبیاء ومرسلین کے بارے میں دو قسم کا نظریہ رکھتے ہیں ایک یہ ہے کہ وہ مافوق الفطرت قوتوں کے حامل ہوتے ہیں اور لوگوں کی حاجت برآری کر کے ان کو سود و زیاں پہنچاتے ہیں دوسرا یہ کہ وہ کاہنوں کی طرح لوگوں کو غیبی خبریں دیتے ہیں، آنے والے حالات سے آگاہ کرتے ہیں اور گم شدہ چیزیں بتاتے ہیں۔ خداوند عالم عوام الناس اور ان کی اس غلط سوچ پر تنبیہ کر رہا ہے۔ کہ ایک دینی راہبر و رہنما کا اصلی کام خدا کا بتایا دین اور اس کا پیغام ان تک پہنچانا اور اس طرح ان کو جنت کا مستحق بنانا اور جہنم سے بچانا ہے۔ نہ وہ ان کے دنیوی نفع ونقصان کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی کاہن اور غیب دان۔ بلکہ وہ تو اپنے ذاتی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوتا اسکے ساتھ جو کرتا ہے خدائے تعالیٰ کرتا ہے۔ اور نہ ہی وہ غیب دان ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اتنا جانتا ہے جتنا خدا سے جنواتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ لوگوں کے عقیدہ و عمل کی اصلاح کی جائے اور انہیں شرک جیسے ناقابل معافی جرم سے بچایا جائے۔

سوال ۱۲۰: جناب زلیخا کے جوان ہونے اور پھر جناب یوسف سے شادی کرنے اور اولاد ہونے اصل واقعہ بیان فرمائیں۔ کیا عزیز مصر فوت ہو گیا تھا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس قسم کے واقعات میں نہ قرآنی آیات درکار ہوتی ہیں اور نہ روایات متواترات بلکہ نہ ہی صحیح سند اخبار آحاد۔ بلکہ اگر کوئی ایک آدھ قابل اعتبار روایت مل جائے جو نہ عقل کے خلاف اور نہ ہی مذہبی مسلمات کے خلاف تو اس پر اعتماد کر کے اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ جناب زلیخا کے بارے میں یہ واقعہ فریقین کی کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ عزیز مصر کے فوت ہو جانے اور جناب یوسف کے تخت مصر پر بیٹھنے اور جناب زلیخا کے مفلوک الحال اور بوڑھی ہو جانے کے بعد ایک بار جبکہ جناب یوسف اپنے شاہی جاہ وجلال کے ساتھ بازار سے گذر رہے تھے تو جناب زلیخا ایک کونہ پر کھڑی یہ منظر دیکھ کر بولیں ہر قسم کی حمد وثنا اس خدا کے لئے جس نے اپنی اطاعت کی بدولت غلاموں کو شاہ اور اپنی عصیان کاری کی وجہ سے شاہوں کو گدا بنا تا ہے۔ جناب یوسف یہ سنکر ادھر متوجہ ہوئے دیکھا کہ یہ بات کہنے والی زلیخا ہے۔ جو بڑی خستہ حال تھی۔ جناب یوسف کو اسکی حالت پر بڑا ترس آیا۔ اور اس

سے پوچھا کہ تونے وہ اقدام کیوں کیا تھا؟ زلیخا نے بتایا کہ اس کا سبب تین چیزیں تھیں۔ (۱) عزیز مصر کا نامرد ہونا (۲) تیرا حسن و جمال (۳) اور مال و دولت کی فراوانی یہ سنکر جناب یوسف کو ان پر ترس آیا اور خدائے رحمٰن ورحیم کو بھی اسکی حالت زار پر رحم آیا۔ چنانچہ اپنی قدرت کاملہ سے اسے جوان بنایا پھر جناب یوسف سے ان کا عقد وازدواج فرمایا اور پھر نعمت اولاد سے نوازا تاکہ انکی اطاعت گذاریوں کا کچھ صلہ نفرت آخرت سے پہلے دار دنیا میں بھی ان کو مل جائے واللہ العالم (قصص الانبیا، وحیات القلوب وغیرہ)

سوال ۱۲۱: اللہ حق ہے اور اس سے دعا کرنا اور اس ہی کو پکارنا حق ہے اسکے سوا کسی کو نہ پکارنا چاہیئے بلکہ باطل ہے یا اللہ کے ساتھ مصیبت کے وقت یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمۃ الزہرا کا بار بار نام لینا غیر اللہ کو پکارنے کے زمرہ میں آئے گا یا نہیں؟ جیسا کہ مسجد میں اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو؟

الجواب: باسمہ سبحانہ قرآن مجید میں جہاں یہ وارد ہے کہ لہ دعوۃ الحق (اس اللہ کو ہی پکارنا حق ہے اور یہ کہ والذین یدعون من دون اللہ کے جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے یا یہ کہ ان المساجد للہ فلاتدعوا مع اللہ احداً (مساجد اللہ کے لیئے ہیں لہٰذا ان ہی پر اللہ کو نہ پکارو) ان آیات سے مراد یہ ہے کہ امور تکوینیہ (جیسے خلق ورزق، موت وحیات، شفاء مرض وغیرہ) ہیں۔ اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پکارو۔ کیونکہ یہ امور اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اس نے ان امور کی انجام دہی کسی نبی ووصی کسی ولی کے سپرد نہیں فرمائی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اور کسی کا نام لے کر یہ پکارو۔ بنابریں یا محمد یا علی تا اخر کہنے والے کا اگر یہ مقصد ہے کہ وہ امور میں ان ذوات مقدسہ کو پکار رہا ہے کہ وہ اسے اولاد یا جائیداد یا مقدمہ میں کامیابی یا مرض میں صحت یابی دیں تو یہ دعا و پکار اسی باطل کے زمرہ میں آئے گی۔ اور اگر ان ذوات مقدسہ کی محبت ومودت اور اللہ ان سے اظہار عقیدت وارادات اور ان کے ذکر کو عبادت سمجھ کر پکار رہا ہے۔ تو پھر اسمیں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بلکہ حق کے زمرہ میں داخل ہے۔

سوال ۱۲۲: جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختار کل کہنا جائز ہے، عقیدہ تفویض کیا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ پوری کائنات میں مختار کل صرف خداوند عالم کی ذات عالی صفات ہے وبس اور جہاں تک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان کے اولیاء کرام علیہم السلام کا تعلق ہے تو وہ نہ امور تکوینیہ میں مختار کل ہیں اور نہ امور دینیہ میں امور تکوینیہ از قسم خلق ورزق اور موت وحیات وغیرہ میں تو اس لئے مختار کل نہیں ہے کہ خداوند عالم نے یہ امور ان کے حوالے کئے ہی نہیں ہیں بلکہ خود اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم الایۃ (سورہ روم) اور امور دینیہ میں اس لئے کہ وہ ان معاملات خداوند عالم کی مرضی ومنشاء کے تابع ہیں۔ و ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (النجم)

ع یہی تھے دو حساب سو یوں پاک ہوگئے

عقیدہ تفویض (جو کہ باطل بھی ہے اور شرک بھی) یہی ہے کہ آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ خداوند عالم نے امور تکوینیہ کی انجام دہی کسی نبی یا وصی یا ولی کے حوالے کر دی ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۸ پر ملاحظہ فرمائیں

باب المتفرقات

قوم کیلئے لمحہ فکریہ

از سید شفقت حسین جعفری لاہور

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اسلام علیکم اما بعد واضح ہو مورخہ ۷ فروری ۲۰۰۸ء بوقت شب امام بارگاہ باب العلم میں ایک مجلس عزا بپا ہوئی۔ میرا ماتھا تو اسی لمحہ ٹھنک گیا جب قال اللہ اما بعد نادعلی پڑھنا شروع ہوئی چونکہ یہ لفظ صرف آیات قرآنی کیلئے ہے۔ اذیت ناک امر یہ ہے کہ آپ کی زبان سے لگاتار کلمات کفر و الحاد ادا ہو رہے تھے جیسا کہ جب اللہ مخلوق کو خلق کرنے لگا تو اس (مشکل کشائی) کیلئے یا علی یا علی کہا۔ بتاؤ آیا اللہ جل شانہ کسی کا محتاج ہے؟ پھر شاید کرائے پر بالخصوص داد دینے کیلئے لائے گئے حضرات میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور یوں نعرہ لگایا "علی اللہ"، "یا علی اللہ اکبر" جبکہ جناب علیؑ اپنے آپ کو "انا عبد عبید محمدؐ" اور دعائے کمیل میں "انا عبدک الضعیف الذلیل الحقیر"۔ ناچیز نے ایسی محفل سے اٹھ جانا ہی بھلا جانا۔ لیکن دوسرے دن مجھے پتہ چلا کہ آپ نے اشارہ کر کے کہا "منکر علی ہے اسے جانے دو"۔ مجھے بتاؤ کیا اسلام میں عقیدہ و تصور توحید یہی ہے؟

منتظمین انجمن باب العلم اگر میری یہ معروضات جسارت متصور نہ ہوں تو معروض ہوں کہ اُس دن جو ظلم و بربریت کا اس منبر سے مظاہرہ ہوا نا قابل بیان ہے جسکا ایک شمع درج بالا ہے علاوہ ازیں ماتمی سنگتوں سے منشیات کے استعمال سے فضا متعفن ہوئی۔ کیا عزاداری ایسے مظاہر کا نام ہے؟ کیا مخالفین کی آنکھیں بند ہیں؟ کیا یہ محفل ریکارڈ پر نہ آئی ہوگی۔ کیا اسے فلما کر شیعانِ علیؑ کے خلاف نہیں استعمال کیا جا سکتا۔ کیا ایسے مظاہر سے محمدؐ و آل محمدؐ کا مشن گہنایا نہیں گیا!

حالیہ محرم الحرام کے عشرہ میں مفکر اسلام خطیب العصر نے جو گوہر افشانیاں کیں کا تجزیہ اظہر جعفری صاحب کو دیا لیکن انہوں نے معذرت کے ساتھ فرمایا کہ ایسے نادان پر میرا تحریر کا کیا اثر ہوگا؟ چھوڑیں۔ جیسا کہ دیگ سے ایک چاول یا مشتے از خروارے بھگوڑوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ آنحضرت صلعم نے جناب علیؑ سے پوچھا کہ علیؑ جب سب بھاگ گئے تو تم کیوں نہیں بھاگے تو آپ نے جواب دیا "یارسول اللہ اگر آپ بھاگ جاتے تو میں بھی بھاگ جاتا" آپ اگر اس جملے کے Consequances پر غور کریں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے گا اور ان صاحب کی اسلامی فکر بھی سامنے آجائے گی۔

اور اس پر طرہ یہ کہ بازو اٹھا کر نعرہ حیدری اور جو بازو نہ اٹھائے اُسے حلال زادگی سے باہر پھینک دینا سامعین کی معرفت کا پتہ دے رہا تھا۔ کیا محمدؐ و آل محمدؐ کا تذکرہ اسی شان سے ہونا چاہیئے؟

مجالس میں خدانخواستہ ناپسندیدہ بات تو نہیں ہو رہی ادب کے ساتھ امام جمعہ والجماعت جو راتب مسجد و امام بارگاہ

ہیں، سے ملتمس ہوں گا کہ اپنے قیمتی وقت سے تھوڑا سا نکال کر ان پر نظر رکھیں اگر خود روک لیں تو فبہا بصورت دیگر اراکین انجمن کو مطلع فرمائیں۔

دست بستہ ملتجی ہوں جیسا کہ آپ کو علم ہے یہ امام بارگاہ ایک Seusitre ایریا میں ہے اور ماضی قریب میں یہاں اندوہناک حادثات ظہور پذیر ہو چکے ہیں خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے ہی ہاتھوں اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہو جائیں۔

ایک جگر پاش خبر: مومنین کی توجہ ایک عظیم ظلم کی طرف مبذول کر رہا ہوں وہ یہ کہ۔ امام حسین علیہ السلام کتنے مظلوم ہیں اس کا اندازہ محال ہے۔ جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کسی جگہ ظلم ہو رہا ہے تو اس کی ذمہ داری دو فریقوں پر عائد ہوتی ہے۔ ایک وہ جو ظالم ہے اور دوسرا وہ جو ظلم کو قبول کرتا ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے؟

اس شخص سا دنیا میں منافق نہیں قتیل
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

عزاداران مظلوم کرب و بلا کی شاہ رگ پر پہلے تو صرف ذاکرین نے آہنی پنجے گاڑے ہوئے تھے (لیکن وہ ایک رعایت کے مستحق ہیں کہ ان کے اکثریت میں علم کی کمی ہے۔ لیکن اب تو مولوی صاحبان کے اقدامات امام زمانہ سے تقلم تک پہنچ گے ہیں ناچیز کو ایک خبر ملی ہے جو میرے موقف کی تائید کرتی ہے۔ تحصیل وزیر آباد میں ایک قصبہ شہر رسولنگر ہے اس کے ایک رئیس مخلص مومن جناب فضل حسین صاحب تارڑ جو شب عاشور کی مجلس کے اخراجات کا بوجھ اٹھاتے ہیں انہوں نے حالیہ محرم الحرام سے قبل مولانا محمد عباس قمی سے درخواست کی کہ شب عاشور کو آپ ہمارے یہاں مجلس پڑھ دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ۳۰ منٹ پڑھوں گا اور میری فیس پچاس ہزار روپے ہوگی سودا طے ہوگیا اور مبلغ بیس ہزار بطور بیانہ ادا کر دیا گیا۔ جونہی محرم قریب آیا تو مولانا قبلہ نے انہیں فون کیا اور ایک شرعی مسئلہ سمجھایا" آپ کو علم ہے کہ دوران عشرہ محرم سودے بازی حرام ہے۔ لہٰذا فوری طور پر بقایا تیس ہزار بھی ادا کر دیں۔ اسی قصبہ میں ایک ذاکر آل عبا ملک جعفر طیار نے شب عاشور ہی میں ۳۰ منٹ کا سودا مبلغ پچیس ہزار میں کیا۔ تیسری مثال یہاں لاہور DHD ایک سید منظر حسین زیدی کی والدہ مرحومہ کی ایصال ثواب کی مجلس بقول مولانا سید مناظر حسین زیدی پروفیسر عبدالحکیم بوترابی جو شکل سے تو عالم لگ ہی نہیں رہے ہیں مبلغ بیس ہزار میں سودا ہوا وہ بھی مولانا مناظر حسین کی وکالت ہے۔

بانیان مجالس عزا مظلوم کربلا پر ستم بالائے ستم ماتمی سنگتوں کا بوجھ انہیں روزینہ کے ساتھ ساتھ ناقبل ذکر "نیاز" اب اگلا قدم جو مستقبل قریب میں نظر آرہا ہے کہ مجلس میں آنے والے بھی اس مسکین بانی مومن سے معاوضہ طلب کریں۔ ان مجالس میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو مومنین کو پریشان کر رہا ہے، بازو اٹھا کے نعرہ جو نہ مارے وہ فلاں ابن فلاں وغیرہ وغیرہ۔ یہ امور قابل توجیہ ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ مخلص بانیان اپنا بستہ لپیٹ لیں اور ہم عزاداری کی اس عظیم نعمت سے محروم ہو جائیں۔

افسوس صد افسوس کہ ہم درویش صفت علماء کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے۔ میرے علم میں مسجد محمدی گلبرک III کے امام جمعہ والجماعت جو کئی سال تک امام بارگاہ دربار حسین اور لاہور کینٹ بھٹہ چوک میں وعشرہ محرم پر پڑھتے رہے ایمان افروز مجالس

بقیہ صفحہ نمبر ۵ پر ملاحظہ فرمائیں

باب المتفرقات

یا علیؑ ہم تو تیرے ہیں۔۔۔جہنم کے لئے اور بہتیرے ہیں

از ڈاکٹر ملک افتخار احمد اعوان سرگودہا

ماہ رجب المرجب کا چاند نظر آتے ہی مسلمانان عالم اور خصوصاً محبان آل محمد اور شیعیان علیؑ کے چہرے خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔اور آنکھیں محبت علیؑ ولی کی ٹھنڈک سے روشن ہو جاتی ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خود رسالتمآبؐ شان علیؑ میں فرماتے ہوئے نظر آئیں۔"یا علی حبک ایمان و بغضک کفر و نفاق" تمام مسلمانان عالم اور محبان آل محمدؐ و شیعیان علیؑ ولی کو ۱۳ رجب المرجب ولادتِ علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام "مبارک ہو"۔

آج اچانک ذہن میں یہ جملہ آیا "یا علی ہم تو تیرے ہیں۔ جہنم کیلئے اور بہتیرے ہیں" تو اسی کو عنوان قرار دے کر لکھنا شروع کر دیا۔اس جملے کی وضع قطع پر بحث بعد میں ہوگی۔تاہم جس شخص نے بھی اس فقرہ کو ایجاد کیا۔اس نے ضرور محبت علیؑ علیہ السلام کے بحر عشق میں غوطہ زن ہو کر خدمت امیر المومنینؑ میں عرض داشت پیش کی ہے۔اور ایسا خدمت امیر المومنینؑ میں کیوں نہ کیا جائے۔ جبکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام قسیم النار والجنۃ ہیں اور جنت میں وہی جائے گا جس کے دل میں مودت و محبت علی علیہ السلام کا چراغ روشن ہے۔ کتاب دمعۃ الساکبہ میں ہے کہ ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یا علیؑ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔لیکن آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے مخالف کا بھی احترام کرتا ہوں۔فرمایا الان انت اعور۔یعنی ابھی تو کانا (ایک چشم) ہے پھر فرمایا۔یا تو بالکل اندھا بن جا یا پھر مکمل بینا بن جا۔وہ کہنے لگا یا علیؑ میں سمجھا نہیں۔فرمایا۔جس دل میں میری محبت ہوگی۔اس میں میرے مخالف کی محبت نہیں ہو سکتی۔جس کے دل میں میری محبت ہو اور میرے مخالف کی بھی۔تو وہ ایسا ہے جیسے یک چشم۔اور جس کے دل میں مکمل میرے مخالف کی محبت ہو۔وہ اندھا ہے۔اور جس کے دل میں خالص میری محبت ہو اور میرے مخالف سے نفرت کرے وہ ایسا ہے جیسے مکمل بابصیرت انسان۔

بہر حال مکمل بینا اور بابصیرت انسان بننے کے لیئے امیر المومنین علیہ السلام کی ذات سے محبت اُن کے صفات و کمالات سے محبت اور ان کی سیرت و کردار سے عملی محبت کی ضرورت ہے۔ ذات سے محبت کے لیئے معرفتِ امام ضروری ہے۔معرفت کے لیئے تعارف اہم ہے۔

ولادت باسعادت اور مقام ولادت:

بروز جمعۃ المبارک تیرہ رجب عام الفیل کے تیسویں سال وسط خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔آپؑ کے والد گرامی حضرت ابو طالبؑ بن عبد المطلبؑ تھے جو حضرت عبداللہ والد رسولؐ خدا کے سگے بھائی تھے۔اور آپؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔آپؑ اور آپؑ کے بہن بھائی وہ اولین ہاشمی ہیں۔ جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی تھے۔

وقت ولادت کا عظیم واقعہ:

عباس ابن عبدالمطلب، یزید بن قعنب اور بنی ہاشم اور قبیلہ بنی الضریٰ کے چند افراد خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ اچانک جناب فاطمہ بنت اسد تشریف لائیں۔ آ کر خانہ کعبہ کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگیں۔ "اے پروردگار میں تجھ پر اور جو نبی ورسول اور کتابیں تو نے بھیجی ہیں۔ ان سب پر ایمان رکھتی ہوں اور میں اپنے جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھتی ہوں۔ جنہوں نے خانہ کعبہ بنایا تھا۔ پس میں تجھ سے اس گھر کے حق کا اس کے بنانے والے کے حق کا اور اس فرزند کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں۔ کہ میرے لئے اس وضع حمل کو آسان کر دے۔ دروازہ کعبہ کو تالا لگا ہوا تھا۔ جناب عباس کہتے ہیں کہ جب جناب فاطمہ بنت اسد اس دعا سے فارغ ہوئیں۔ تو ہم نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی پچھلی دیوار پھٹ گئی اور جناب فاطمہ بنت اس شگاف سے اندر چلی گئیں۔ حکم خدا سے شگاف دوبارہ مل گیا۔ ہم نے چاہا کہ خانہ کعبہ کا دروازہ کھولیں۔ تو بہت کوشش کے باوجود دروازہ نہ کھل سکا۔ پس اُس وقت ہم نے جان لیا کہ یہ معاملہ خداوند عالم کی طرف سے ہے۔ جناب فاطمہؑ تین دن تک اندر رہیں۔ چوتھے دن کعبہ کی وہی دیوار اسی جگہ سے شق ہوئی اور جناب فاطمہ اس حالت میں باہر تشریف لائیں کہ ان کے ہاتھوں پر ان کا بیٹا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب تھا۔ جب بی بی اپنے بچے کو لے کر باہر آئیں تو ہاتف غیبی سے آواز آئی اے فاطمہ اس بزرگ و برتر بیٹے کا نام علی رکھنا۔

تربیت و پرورش علیؑ:

حضرت رسول خدا نے جناب فاطمہ بنت اسد سے علیؑ کے لے لیا اور مکمل تربیت و پرورش کی ذمہ داری سنبھال لی۔ حضرت علیؑ کو نہلانا، کپڑے پہنانا۔ کھانا کھلانا۔ غرضیکہ ہر ضرورت کا پورا کرنا حضرتؐ کے ذمہ تھا اور جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول خداؐ کے پیچھے پیچھے اس طرح رہتا تھا۔ جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ اور کبھی فرماتے ہیں۔ کہ پیغمبر اکرمؐ نے مجھے علم کے ہزار باب پڑھائے جس میں ہر باب سے ہزار ہزار باب علم کے اور کھلتے گئے۔

کبھی فرمایا مجھے پیغمبر اکرمؐ نے اس طرح علم پڑھایا جیسے پرندہ اپنے بچے کو دانا دیتا ہے۔

اسی پاکیزہ پرورش اور تربیت کا اثر تھا۔ کہ بھرے مجمع میں دعویٰ فرمایا "سلونی سلونی قبل عن تفقدونی"۔ پوچھو پوچھو جو پوچھنا چاہو۔ قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ صواعق محرقہ کی روایت ہے۔ کہ اصحاب پیغمبرؐ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے یہ دعویٰ کیا ہو۔ اگر کسی نے کیا ہے۔ تو پھر ذلالت وخجالت ہی اس کا مقدر بنی ہے۔

علم ودانش کی انتہاء:

اُس ہستی کے علم کا احاطہ یا احصا کرنا عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ جس کے بارے وما ینطق کا مصداق نبی فرمائے انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ انا دار الحکمۃ و علی بابھا۔ میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔

سرور کائنات فرماتے ہیں۔ اعلم امتی علی۔ میری امت میں سب سے بڑا عالم علیؑ ہے۔ کہیں فرمایا اقضی امتی علی۔ سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے۔ (فضائل علی علیہ السلام اور مختلف علوم میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمات کے بیان کے سلسلہ میں شائقین و قارئین کے لئے انشاء اللہ عنقریب ہماری ایک لاجواب کتاب اور

علمی شاہکار چھپ کر آنے والا ہے۔ ''کمالات علویہ در موازین علمیہ'' جس میں مختلف علوم سائنس، طب، نفسیات غرضیکہ دیگر علوم وغیرہ کے سلسلہ میں حضرت کے کارہائے نمایاں کا ذکر ہے)

شجاعت و دلیری:

میدان شجاعت کا شاہسوار حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ کوئی ایسی جنگ نہیں جس میں میرے آقا و مولا نے شرکت نہیں کی۔

اور اللہ نے ہمیشہ فتح و کامرانی سے نصیب فرمایا۔ چاہے وہ جنگ انسانوں کے ساتھ ہو۔ یا جنوں کے ساتھ۔ غیروں کے ساتھ ہو یا اپنوں اور منافقوں کے ساتھ علمبردار ہمیشہ حضرت علی علیہ السلام رہے۔ اور خداوند کریم نے ہمیشہ کامیابی اور کامرانی سے سرفراز فرمایا۔ اور آسمان کی قدسی شجاعت علوی پر یہ گیت گاتے ہوئے نظر آئے۔

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار

ولایت علی علیہ السلام:

اخبار عیون الرضا میں آنحضورؐ سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا۔ مجھے ذات احدیت نے فرمایا ہے۔

''ولایة علی ابن ابی طالب حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی'' ولایت علی علیہ السلام میرا قلعہ ہے۔ جو میرے قلعہ میں آ گیا۔ میرے عذاب سے بچ گیا۔

انس بن مالک سے مروی ہے۔ کہ آنحضور نے فرمایا۔

حب علی یخمد النیزان۔ محبت علیؑ آتش جہنم کو بجھا دے گی۔

معاذ نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا:

حب علی یا کل الذنوب کما تاکل النار الحطب

محبت علیؑ گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو عمر ابن خطاب نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے۔

حب علی برائۃ من النار۔ محبت علیؑ آتش جہنم سے نجات کا پروانہ ہے۔

یا علی انت و شیعتک هم الفائزون یوم القیامة

یا علی تو اور تیرے شیعہ ہی قیامت والے دن کامیاب ہوں گے۔

فرمان رسالت مآب شیعہ کے بارے:

پیغمبر خداؐ کا فرمان ہے۔ ''والذی نفسی بیدہ ان ھذا و شیعته هم الفائزون یوم القیامة''

مجھے قسم ہے۔ اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بے شک یہ (علیؑ) اور اس کے شیعہ ہی قیامت والے دن کامیاب ہوں گے۔

لمحہ فکریہ

مومنین کرام سوچنے کا مقام ہے۔ کہ جب حضرت رسول خداؐ ضمانت دیں۔ حضرت علی علیہ السلام بھی فرمائیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان بھی موجود ہو کہ ہم اپنے گنہ گار شیعوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ تو ہمیں ان ہستیوں کے فرمان پر مکمل یقین کر لینا چاہئے۔ کہ انشاءاللہ شیعیان علیؑ ہی جنت میں جائیں گے ولایت علی علیہ السلام دم بھرنے والے ہی علی علی کرتے جنت میں جائیں گے۔ غم حسینؑ میں آنسو بہانے والے ہی جنت میں جائیں گے۔ آل محمدؐ کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرنے والے ہی جنت میں جائیں گے۔ اس لیئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ''یا علیؑ ہم تو تیرے ہیں جہنم کے لیئے اور بہتیرے ہیں'' صرف سوچنے کی بات اور فکر کا مقام یہ ہے کہ محبت دو طرفہ

بقیہ صفحہ نمبر ۵ پر ملاحظہ فرمائیں

باب المتفرقات

اسیر بغداد

محمد عمار رضا اعوان متعلم جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودہا

باب الحوائج الی اللہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مختصر سوانح حیات اوران کے چند مواعظ بلیغہ کا ذکر۔

آنجنابؑ کی ولادت اسم مبارک کنیت اور لقب:

آپؑ کی ولادت باسعادت اتوار کے دن ماہ صفر کی سات تاریخ ۱۲۸ھ ایک سو اٹھائیس ہجری بمقام ابواء (مکہ و مدینہ کے درمیان ایک منزل) میں ہوئی۔ آپؑ کا اسم مبارک موسیٰ اور مشہور کنیت ابوالحسن ہے۔ اور آپؑ کے القاب کاظم، صابر، صالح اور امین ہیں۔ آپؑ کا مشہور لقب وہی کاظم ہے یعنی خاموش اور غصہ کو پی جانے والا۔ کیونکہ آپؑ نے دشمنوں کے ہاتھ سے بہت تکالیف اٹھائیں لیکن ان کو بددعا اور نفرین نہیں کی۔ آپؑ لوگوں کے درمیان باب الحوائج کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت کی طرف شفا امراض اور ظاہری و باطنی بیماریوں اور اعضاء و جوارح کے دردوں کے لیے خصوصاً آنکھ کے درد کے لیے متوسل ہونا مجرب ہے۔ آپؑ کے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ اور آپؑ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی حمیدہ خاتون ہے۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؑ کی والدہ محترمہ اتنی فقیہ اور احکام و مسائل کو جاننے والی تھیں کہ حضرت صادق علیہ السلام عورتوں کو حکم دیتے کہ اخذ مسائل اور احکام دین میں جناب حمیدہ کی طرف رجوع کرو۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مکارم اخلاق اور آپ کی عبادت سخاوت، مناقب اور مفاخر کے مختصر واقعات:

کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی آپؑ کے حق میں کہتا ہے کہ "وہ امام ہیں بڑی قدر و منزلت والے، عظیم الشان۔ کثیر التہجد۔ اطاعت خدا میں زیادہ جد و جہد کرنے والے، عبادات کے ساتھ مشہور اور ساری رات سجدہ و قیام میں گزار دینے والے اور دن کو صدقہ اور روزے میں بسر کرنے والے اور بہت زیادہ علم والے اور تقصیر کرنے والوں کے جرم سے درگزر کرنے والے۔ جو آپؑ سے برائی کرتا ہے۔ اسے اچھائی اور نیکی کی جزا دیتے۔ اور جو آپؑ سے زیادتی کرتا، آپؑ اس سے عفو کرتے اور زیادہ عبادات کی وجہ سے ان کا نام عبد صالح ہوگیا۔ اور عراق میں باب الحوائج الی اللہ کے نام سے مشہور ہیں۔ کیونکہ جو شخص آپؑ سے متوسل ہوا اس نے حاجت پائی، ان کی کرامات پر عقلیں حیران اور فیصلہ کرتی ہیں کہ انہیں خدا کے ہاں قدم صدق کا مقام حاصل ہوگیا ہے جو نہ پھسلتا ہے اور نہ اپنی جگہ سے ہٹتا ہے"

الغرض کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اپنے اہل زمانہ سے زیادہ عابد، سب سے زیادہ سخی اور تمام لوگوں سے گرامی قدر تھے۔ اور روایت ہے کہ آپؑ رات کے وقت نوافل کے لیے کھڑے ہوتے اور مسلسل نماز پڑھتے رہے نماز صبح تک اور جب صبح کی واجب نماز

پڑھ لیتے تو سورج نکلنے تک تسبیحات پڑھتے رہتے اور پھر سجدہ الٰہی میں جاتے اور مسلسل سجدہ اور خدا کی حمد میں رہتے اور سر نہ اٹھاتے قریب زوال تک اور یہ دعا بہت پڑھتے

اللھم انی اسئلک الراحة عند الموت والعفو عند الحساب.

اور خوف خدا سے اتنا گریہ کرتے کہ آنسوؤں سے آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی اور تمام لوگوں کی نسبت آپؑ کا صلہ رحم اور احسان اپنے اہل و عیال اور ارحام کے لیے زیادہ تھا۔ اور فقراء مدینہ کی پرستاری فرماتے جب رات ہوتی تو اپنی پشت پر بوری اٹھا لیتے جن میں سونا اور چاندی کے درہم و دینار، آٹا خرے ہوتے اور وہ ان کے لیے لے جاتے اور فقراء کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ چیزیں کسی کی طرف سے ہیں اور آپؑ بڑے کریم تھے۔ اور آپؑ نے ہزار غلام آزاد کیے اور روایات ملی ہیں کہ آپؑ اپنے زمانے کے زیادہ فقیہ اور حافظ قرآن تھے اور آپ کی آواز تلاوت قرآن میں سب سے زیادہ عمدہ تھی۔ اور حزن و ملال کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے۔ مدینہ کے لوگ آپؑ کو زین المجتہدین کہتے تھے۔ اور غصہ پی جانے اور جو ظالمین کی طرف سے آپؑ پر ظلم ہوتا اس پر صبر کرنے کی وجہ سے آپؑ کا نام کاظم ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ آپؑ قید و بند کی صعوبتوں میں پوشیدہ ہو گئے۔

حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی شہادت:

تاریخ کی ستم ظریفی دیکھیے کہ حضرت کی زندگی کا زیادہ تر حصہ قید و بند کی صعوبتوں میں گزرا اور قید کی حالت میں ہی ہارون الرشید عباسی نے سندی بن شاہک ملعون کے ذریعے حضرت کو چند زہر آلود کھجوروں کے ذریعے شہید کروا دیا۔ آپؑ کی تاریخ شہادت پچیس رجب ۱۸۳ھ ہے۔ اس وقت آپؑ کی عمر شریف پچپن سال تھی۔

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے کچھ کلمات شریف اور مواعظ بلیغہ کا ذکر:

۱۔ آپ قبر کے پاس جب کھڑے تھے تو فرمایا بیشک وہ چیز کہ جس کا آخر یہ ہو وہ اس لائق ہے کہ اس کے اول میں رغبت و میلان نہ کیا جائے۔ اور بیشک وہ چیز کہ جس کی ابتداء یہ ہو یعنی آخرت کہ جس کی پہلی منزل قبر ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ اس سے خوف کیا جائے۔

۲۔ آپؑ نے علی بن یقطین سے فرمایا کہ بادشاہ کی ملازمت کا کفارہ اپنے دینی بھائیوں سے نیکی کرنا ہے۔

۳۔ فرمایا کہ جب لوگ ایسے گناہ کرنے لگیں جو انہیں یاد ہی نہیں تھے تو خداوند عالم ایسی مصیبتوں میں انہیں مبتلا کر دے گا کہ جنہیں یہ مصیبت اور بلا نہیں سمجھتے تھے۔

۴۔ فرمایا کہ صبر کرنے والے کے لیے ایک مصیبت ہے اور جزع فزع اور اپنے سے باہر آ جانے والے کے لیے دو ہیں۔

آخر میں ہم ۲۵ رجب یعنی حضرت کی یوم شہادت کے موقع پر جملہ اہل ایمان بالعموم اور حضرت حجت علیہ السلام کی بارگاہ میں بالخصوص تعزیت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا ہم سب کو حضرت موسیٰ بن جعفر کے فرمودات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

باب المتفرقات

ولادت باسعادت حضرت زینب سلام اللہ علیہا

از سید رضی جعفر نقوی

مشہور قول کے مطابق جناب زینب سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے تقریباً ایک سال بعد:

یکم شعبان المعظم ۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

دو سال قبل حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی صورت میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور خاتون جنت جناب فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے گھر میں پہلا فرزند آیا تھا۔ تو اب دو سال بعد جناب زینب کبریٰ کی صورت میں پہلی دختر نیک اختر تشریف لائی ہیں۔

اور خاندان بنی ہاشم میں ہر شخص کے لیے یہ بات باعث فرحت و مسرت رہی ہے کہ:

پنجتن کے بعد، جو پہلی ہستی دنیا میں تشریف لائی، وہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کی ذات والا صفات ہے۔

۱ عام الفیل میں حضور اکرمؐ تشریف لائے۔

۳۰ عام الفیل میں عین خانہ کعبہ میں جناب امیرؑ کی ولادت باسعادت ہوئی

۵ بعثت میں جناب فاطمہ زہراؑ کی ولادت باسعادت۔

۳ ہجری میں امام حسن مجتبیٰؑ اور

۴ ہجری میں حضرت امام حسینؑ کی ولادت باسعادت کے بعد اب ۵ ھ میں عقیلہ بنی ہاشم جناب زینب کبریٰ اس دنیا میں تشریف لائیں۔

یہاں ارباب ولا اور صاحبان عقیدت کے لئے یہ تصور بھی کس قدر خوش آئند ہے کہ جب حضور اکرمؐ دنیا میں تشریف لائے تو سید بطحا حضرت عبدالمطلب اور امین کعبہ حضرت ابوطالبؑ جیسی بزرگ مرتبہ شخصیتوں نے ان کی دنیا میں تشریف آوری کی خوشی منائی۔

جب حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت ابوطالبؑ اور جناب فاطمہؑ بنت اسد کے ساتھ خود حضور اکرم جشن مسرت منانے کے لئے خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنے بھائی اور وصی اور وزیر کا استقبال کر رہے تھے۔

جب جناب فاطمہ زہراء ایک آسمانی تحفے کے طور پر حضور اکرم کو عطا کی گئیں تو انکی ولادت باسعادت کی خوشی منانے کے لئے حضور اکرم کے ساتھ جناب امیرؑ و جناب فاطمہؑ بھی شریک تھیں۔

۴ ہجری میں جب چھوٹا نواسہ دنیا میں آیا، جس کی ولادت باسعادت کے موقع پر جبریئل امین، متعدد فرشتوں کے ساتھ حضور اکرم کی بارگاہ میں ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کرنے آئے، تو چشم فلک نے یہ منظر دیکھا کہ امام حسینؑ کی ولادت باسعادت کا جشن پیغمبر اکرم بھی منا رہے ہیں، حضرت امیر المومنینؑ بھی، جناب

[illegible] اور حضرت امام حسن مجتبیٰ بھی اپنے بھائی کو آغوش میں لئے مسکرا رہے ہیں۔

لیکن ۵ ہجری میں۔

جناب زینب کبریٰ تشریف لائیں گویا حضرت علیؑ و جناب فاطمہؑ کے گھر میں نعمتوں کے بعد پہلی رحمت کا نزول ہوا، تو یہ وہ مولود ہے، جس کی آمد کا جشن منانے کیلئے پنجتن موجود ہیں۔

کیسا بابرکت وہ سماں ہوگا جب یہ شہزادی دنیا میں تشریف لائیں کہ:

حضور اکرمؐ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام

خاتون جنت جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

سردار جوانان جنت حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور

سرکار سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام

سب ہی خنداں و فرحاں ہیں۔۔۔ کیونکہ

پنجتنؑ کی آخری نشانی۔۔ امام حسین علیہ السلام۔۔۔ جب دین خدا کی حفاظت اور بقاء کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے، تو یہی شہزادی حسینی کارواں کی قافلہ سالار بن کر مقصد شہادت کی تشہیر بھی کریں گی، امامؑ وقت کی حفاظت بھی اور یتیموں و بیواؤں کی خبر گیری بھی۔

السیدہ زینب من المهد الی اللحد کے مصنف نے اس موقع کی منظر کشی کرتے ہوئے بجا طور سے لکھا ہے کہ

صاحبان ایمان حضور اکرمؐ کی تعظیم و اجلال کے ساتھ ساتھ ان کی بیٹی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا داماد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لئے تکریم و توقیر کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کرتے تھے۔

چنانچہ اس گھر میں رحمت الٰہی کے نزول سے سب ہی مسرور تھے۔ اور ہر طرف سے تہنیت و تبریک کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔

ثانی زھراء کے چند القاب

جناب زینب سلام اللہ علیہا کے متعدد القاب کتابوں میں ملتے ہیں جن میں سے ہر لقب کی عظمت و جلالت، اور صفات عالیہ کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے:

۱۔ عقیلہ: یعنی صاحب فہم و دانش

لیکن یہ لقب عام طور پر صاحب فہم و دانش کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا، بلکہ جو اپنی فہم و بصیرت میں نمایاں حیثیت کا مالک ہو اسے کہا جاتا ہے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا کی زندگی کا وہ دور ہو جب امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب نے ۲۵ سال تک مدینہ منورہ میں خاموش زندگی گذاری۔ یا اس کے بعد پانچ سال عنان اقتدار سنبھالی۔ جناب زینب باپ کے دوش بدوش کار ہدایت انجام دینے میں مصروف رہتی تھیں۔

پھر جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے تخت اقتدار کو چھوڑ کر مدینہ منورہ میں گوشہ نشینی کی زندگی گذارنی شروع کی تو جناب زینبؑ مدینہ کی خواتین کی تعلیم و تربیت کے ساتھ امامؑ کے اقدام کے بارے میں بھی مومنات کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے خدشات کو دور کرتی رہتی تھیں۔

اور امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے روانہ ہونے کے بعد وقت شہادت تک، اور عصر عاشورا کے بعد قافلہ کی قیادت کے دوران جناب زینب سلام اللہ علیہا نے ایسی فہم و بصیرت سے کام لیا جسے دنیائے انسانیت قیامت تک خراج تحسین پیش کرتی رہے گی۔

آپ کو ''عقیلہ بنی ہاشم'' اور ''عقیلہ آل طالبین'' بھی کہا جاتا ہے (یعنی خاندان ابوطالبؑ کی عظیم المرتبت صاحب فہم و فراست خاتون)

۲۔عالمہ:

آپ کے القاب میں ''العالمہ'' بھی بیان کیا گیا ہے جو آپ کے علمی مرتبے کا اظہار کرتا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مدینہ منورہ اور کوفہ جہاں شہزادی کا قیام رہا، صاحب ایمان خواتین کے لئے آپ کی ذات والاصفات علم وآگہی کا مرکز رہی۔

بعض ارباب قلم نے تصریح کی ہے کہ آپؑ، اہل ایمان خواتین کو درس قرآن بھی دیا کرتی تھیں۔ اور روزمرہ کے فقہی مسائل پر بھی سیر حاصل گفتگو فرمایا کرتی تھیں۔

جس طرح رسول خداؐ کی حیات طیبہ میں شہزادی کونین حضرت فاطمہؑ زہرا مدینہ منورہ کی مومنات کے لئے سرچشمہ رشدو ہدایت تھیں، اسی طرح امیر المومنین حضرت علیؑ اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی زندگی میں جناب زینبؑ مومنات کے لئے سرچشمہ رشد وہدایت اور مرکز علم وآگہی تھیں۔

۳۔العارفہ:

مولائے کائنات کا ارشاد ہے:

اول الدین معرفة الجبار۔ دین کی ابتداء یہ ہے کہ خالق کی معرفت حاصل کی جائے۔

اور حدیث قدسی میں خالق دو جہاں نے فرمایا ہے کہ:

کنت کنزاً مخفیاً فاجبت ان اعرف، فخلقت الخلق لکی اعرف

(میں ایک مخفی خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میری معرفت حاصل کی جائے تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا، تا کہ مجھے پہچانا جائے)

اور ہر صاحب ذکر فکر ونظر یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ دین میں معرفت کو کیسا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے کہ:

صاحبان معرفت انسان کا ایک ساعت، کائنات میں غور کرنا اور معرفت میں اضافہ کی کوشش کرنا عابد کی سال بھر کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

شہزادی زینب سلام اللہ علیہا دین میں معرفت کی اس اعلیٰ منزل پر فائز تھیں کہ آپ کو ''عارفہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

مولفہ:

(یعنی وہ جس پر وثوق واعتبار ہو)

''وثاقت'' علمی دنیا کا ایک اہم باب ہے، جب ہمارے سامنے کوئی حدیث آتی ہے تو اس کے بیان کرنے والے جو افراد ہوں ان کے حالات زندگی کو علم رجال کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے، پھر جب کسی راوی کے بارے میں اطمینان ہو جائے کہ وہ قابل وثوق واعتبار تھا، تو اس کی حدیث کو قابل عمل قرار دیا جاتا ہے۔

اور فقہی احکام کا تو دار ومدار ہی راوی کی وثاقت پر ہے۔ جب تک راویان حدیث کے بارے میں یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ وہ وثوق اعتبار کے لائق تھے، اُس وقت تک اس حدیث کی روشنی میں کوئی فتویٰ دیا ہی نہیں جا سکتا۔

شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کے القاب میں اس لفظ کا پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ:

آپ فرامین ائمہ معصومین علیہم السلام کی نشر واشاعت کا اہم ترین وسیلہ تھیں اور آپ اپنے پدر بزرگوار اور عالی قدر برادران

کے ارشادات گرامی کو مومنات تک اس قدر کثرت سے پہنچاتی تھیں، اور لوگوں کو آپ کے ارشادات پر اتنا زیادہ اعتبار و وثوق تھا، کہ آپ کا لقب ہی مولفہ قرار پا گیا۔

۵۔ عابدہ:

اولاد علیؑ میں (مخصوص) عبادت گذار خاتون

"عبادت" جسے مالک دو جہاں نے جن و انس کی خلقت کی بنیادی غرض قرار دیا ہے۔

ارشاد قدرت ہے:

و ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

(میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ جو انسانیت کا وہ عظیم شرف ہے جس کے بارے میں شاعر نے سچ کہا ہے کہ:

؎ وہ اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

عبادت:

انسانیت کا شرف بھی ہے۔
خدا کی خوشنودی کا ذریعہ بھی۔
نفس کو رضائے پروردگار کے بنانے کا وسیلہ بھی
انبیاءؑ کا شعار بھی
مرسلین کا دستور حیات بھی
ہادیان برحق کا اسوہ حسنہ بھی
اور صالحین کا طرہ امتیاز بھی

خاندانِ رسالتؐ کے افراد اس وصفت میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ بلکہ امام ہفتم حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں تو مورخین نے تصریح کی ہے کہ جب آپؑ کو قید کر کے زندان میں داخل کیا جانے لگا تو آپؑ نے قید خانہ کے دروازہ پر سجدہ معبود ادا کرتے ہوئے فرمایا:

"پالنے والے شکر ہے کہ تو نے مجھے وہ تنہائی مرحمت فرمائی، جس میں میں تیری زیادہ سے زیادہ عبادت کر سکوں گا"

اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں تو اپنوں اور غیروں، ہر مکتب فکر کے لوگوں نے لکھا ہے کہ آپ اکثر ساری ساری رات عبادت الٰہی میں بسر کرتے تھے۔

جناب زینب کبریٰ آپ ہی کی بڑی بیٹی تھیں، پھر کیوں نہ ان کا لقب "عابدہ آل علیؑ ہوتا"۔

البتہ یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیئے کہ:

جس خاندان کے سب ہی لوگ عبادات الٰہی میں مشغول و منہمک رہتے ہوں، اُن میں سے اگر کسی شخصیت کے بارے میں یہ کہا جائے کہ:

"خاندان کی عبادت گذار بی بی"

تو یہ جملہ وضاحت کر دے گا کہ:

"یہ بی بی، اپنی عبادت میں اس گھرانے کی خواتین میں سب سے ممتاز ہیں، جس گھرانے کی ساری خواتین، اپنی عبادتوں میں دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھتی ہیں۔

۶۔ کاملہ:

ارباب تاریخ نے آپ کے القاب میں "الکاملہ" بھی لکھا ہے جس کے معنی ہیں "صاحب کمال خاتون"

اور اس بی بی سے زیادہ اس لقب کا حقدار کون ہو سکتا ہے جس نے قید و بند کے عالم میں، ظالموں کے درباروں میں کلمہ حق بلند

کیا اور یزید و ابن زیاد کے ایوان حکومت کے اندر ایسی جرائت و استقامت کے ساتھ اپنے خاندان کی عظمت وجلالت اور یزید اور اس کے اہل خاندان کی شقاوت و درندگی کو آشکار کیا کہ تاریخ قیامت تک اس بی بی کی ہمت اور ولولہ واستقامت کوخراج تحسین پیش کرتی رہے گی۔

۷۔ فاضلہ:

آپ کے القاب میں ''الفاضلہ'' بھی ہے جس کے معنی ہیں:

''صاحب فضیلت بی بی''

جس سے اُس فضیلت کی بھی نشاندہی ہوتی ہے جو آپ کو دوسری خواتین کے درمیان حاصل ہے۔

اور اُس فضل و کرم کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے جو خاندان رسالت کا طرہ امتیاز رہا

نہ اُس خاندان کے مردوں جیسے صاحبانِ فضل و کرم مرد کسی اور خاندان میں ملیں گے۔

اور نہ اس خاندان کی عورتوں جیسی صاحبانِ فضل بی بیاں کسی اور خاندان کے اندر پائی جائیں گی۔

۸۔ صدیقہ صغریٰ:

شہزادی کونین، خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے القاب میں صدیقہ کبریٰ بھی وارد ہوا ہے۔

مباہلہ کے موقع پر، جب خداوند عالم کے حکم سے پیغمبر اکرمؐ اپنے خاندان کے لوگوں کو ساتھ لے کر جھوٹوں پر لعنت کرنے کیلئے تشریف لے گئے تھے تو اس مختصر سے قافلے میں واحد خاتون جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تھیں تھیں جنہیں حضور اکرمؐ اپنے ساتھ لے گئے تھے، تاکہ جب جھوٹوں پر لعنت کی باری آئے تو جناب سیدہ بھی اس عمل میں شریک ہوں۔

اور جھوٹوں پر لعنت کرنے کا حقدار صحیح معنوں میں وہی ہے جس کے دامن پر جھوٹ کا کوئی دھبہ نہ ہو۔

اس لئے شہزادی کونین کا لقب صدیقہ کبریٰ قرار پایا۔ اور آپ کی دختر نیک اختر جناب زینب کبریٰ نے کوفہ وشام کے درباروں میں، وقت کے حکمرانوں کے ظلم وجور اور ان کی غلط بیانیوں کا، اپنے پرجوش خطبات کے ذریعہ سے جو پردہ چاک کیا ہے اور ساری زندگی جس طرح حق وصداقت کی نشرو اشاعت کی، اسکی بناء پر بھی آپ اس لقب کی حقدار تھیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ

ماں ۔۔۔(فاطمہ زہراؑ)۔۔صدیقہ کبریٰ

بیٹی ۔۔۔(زینب کبریٰ)۔۔صدیقہ صغریٰ

۹۔ ام المصائب:

پوری انسانی تاریخ میں جیسے اندوہناک مصائب و آلام کا، جناب زینب کبریٰ کو سامنا کرنا پڑا، وہ تاریخ کی ایسی المناک داستان ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

پانچ سال کی تھیں تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے شفیق ومہربان نانا کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

اس کے چند ماہ بعد خاتون جنت جناب فاطہ زہرا سلام اللہ علیہا جیسی ماں کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئیں۔

وہ باپ، جو ہر معرکہ کارزار کا میدان تھا، ۲۵ سال تک اُسے گوشہ نشینی کی زندگی گذارتے دیکھا۔ پھر جب عنان اقتدار سنبھالی تو دنیا والوں کی سازشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کے نتیجہ میں کبھی جنگ جمل اور کبھی جنگ صفین اور کبھی نہروان پیش آئی۔

اور آخر رمضان المبارک ۴۰ھ میں ابن ملجم کی زہر میں بجھی ہوئی تلوار آپ کے سر اقدس پر لگی جس کے نتیجے میں ۲۱ ماہ رمضان المبارک کو جناب زینبؑ کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔

اس کے بعد بھائی حسن مجتبیٰ کے ساتھ دنیا والوں نے ایسی بے وفائی کی اور اس قدر اذیت پہونچائی کہ آپ حکومت سے دستبردار ہو کر مدینہ منورہ میں گوشہ نشینی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو گئے اور دس سال تک اپنوں کی طعن و تشنیع اور غیروں کی ایذا رسانیوں کا سامنا کرتے ہوئے ۵۰ ہجری میں زہر دغا سے شہید کر دیئے گئے تو ظالموں نے نانا کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت بھی نہ دی۔

اور پھر ظلم و جور کی وہ گھنگور گھٹا چھائی کہ پنجتن کی آخری نشانی خامس آل عبا حضرت امام حسین مدینہ چھوڑ کر کربلا جانے پر مجبور ہوئے، جہاں عاشور کے دن اپنے بیٹوں، بھتیجوں بھانجوں، بھائیوں اور اہل خاندان و اعوان و انصار کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

جس کے بعد آل رسولؐ پر مصائب و آلام کی قیامت ٹوٹی کہ نبی زادیوں کے سروں سے چادریں چھین کر، انھیں قیدی بنا کر کبھی کوفہ کے دربار میں لے جایا گیا اور کبھی شام کے بازار سے گذارا گیا۔

اور وہ مظالم ڈھائے گئے کہ عرش الٰہی کانپ اٹھے۔

۱۰۔ کربلا کی شیر دل خاتون:

جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے القاب میں ایک لقب یہ بھی ملتا ہے:

بطلۃ کربلا

(یعنی کربلا کی شیر دل خاتونؑ)

اور شہزادی نے کربلا کے واقعہ میں، اور پھر کربلا کے بعد کوفہ و شام کی قید و بند کے دوران جس شجاعت و ہمت کے ساتھ شامی درندوں کی ایذا رسانیوں کو برداشت کیا، اور یزید کو اس کے بھرے دربار میں جس جرأت و استقامت کے ساتھ آپ نے مخاطب کر کے اس کے جرائم کا پردہ چاک کر کے اس کے اعوان و انصار کے سامنے اُسے رسوا کیا۔ یہ صرف دختر شیر خدا ہی کا کام تھا۔

کوئی عام خاتون۔ جو اتنے صدمے برداشت کر چکی ہو، جو قید و بند کے عالم میں ہو، جس کے بازوؤں میں رسی بندھی ہوئی ہو، اور جسے ہر آن ظالموں کے تازیانوں کا سامنا ہو، اس ہمت و استقامت کا مظاہرہ کر ہی نہیں سکتی، جو حضرت زینبؑ نے کیا، اور جس کی وجہ سے بجا طور پر "کربلا کی شیر دل خاتون" کہے جانے کی حقدار ہیں۔

☆☆☆☆

باب المتفرقات

حضرت رسول خداؐ کے آبا و اجداد کے متعلق عقیدہ

از کتاب اعتقادات شیخ صدوق

جناب شیخ ابو جعفر (صدوقؒ) فرماتے ہیں: ان بزرگواروں کے متعلق ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرتؐ کے والد ماجد عبداللہ تک سب کے سب مسلمان اور موحد تھے۔ اسی طرح حضرت ابو طالب بھی مسلمان تھے اور جناب رسول خداؐ کی والدہ گرامی حضرت آمنہ بنت وہب بھی مسلمان تھیں۔ جناب رسول خداؐ فرماتے ہیں:

اخرجت من نکاح و لم اخرج من سفاح من لدن آدمؑ و قد روی ان عبدالمطلب کان حجة و اباطالب علیه السلام کان وصیه۔

حضرت آدمؑ سے لے کر اپنے والدین تک شرعی نکاح کے ذریعے پیدا ہوئے ہیں۔

آنحضرتؐ کے دادا جناب عبدالمطلب حجت خدا تھے اور عم رسولؐ جناب ابو طالبؑ ان کے وصی تھے۔

اولاد علیؑ کے متعلق عقیدہ:

جناب شیخ ابو جعفر (صدوقؒ) فرماتے ہیں: حضرت علیؑ کی اولاد امجاد کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ یہ آل رسولؐ ہیں اور ان کی مودت و محبت تمام مسلمانوں پر واجب ہے، کیونکہ وہ اجر رسالت ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ

کہہ دیجئے: میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قریب ترین رشتہ داروں کی محبت کے۔

صدقہ چونکہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہوتا ہے اور ان کے لیے باعث طہارت (باطنی) ہوتا ہے، اس لیے وہ ان (سادات) پر حرام کر دیا گیا ہے، مگر اولاد رسولؐ میں بعض کا صدقہ بعض پر نیز ان کا صدقہ ان کے غلاموں اور کنیزوں پر حلال ہے۔

چونکہ زکوٰۃ ان پر حرام ہے، اس لیے اس کے عوض میں مال خمس اولاد رسولؐ کے لیے حلال قرار دیا گیا ہے۔

سادات کے بارے میں ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جو شخص ان میں سے بدعمل ہوگا، اس کو بہ نسبت غیر سادات کے دگنا عذاب ہوگا اور ان میں سے جو نیکوکار ہوگا اسے دگنا ثواب ملے گا۔ سادات کرام آپس میں ایک دوسرے کے کفو اور ہمسر ہیں۔ اس امر کی تائید پیغمبر اسلامؐ کے اس فرمان سے ہوتی ہے، جو آپؐ نے جناب ابو طالبؑ کی اولاد یعنی حضرت علیؑ اور جناب جعفر طیار کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا تھا:

بناتنا کبنینا و بنونا کبناتنا

ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کی مثل اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کی مانند ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

من خالف دین اللہ و تولی اعدائہ او عادی اولیاء اللہ فالبرائۃ منہ واجبۃ کائنا من کان و من ای قبیلۃ کان۔

جو شخص دین خدا کی مخالفت کرے اور دشمنان خدا سے محبت کرے یا خدا تعالیٰ کے اولیاء سے دشمنی رکھے، اس سے بیزاری اختیار کرنا واجب ہے۔ وہ کوئی بھی ہو اور جس قوم اور قبیلہ سے ہو۔

حضرت امیر المومنین نے اپنے فرزند محمد بن حنیفہ سے فرمایا:

تواضعک فی شرفک اشرف لک من شرف آبائک۔

تمہارا شرف جو تواضع وانکساری سے حاصل ہو اس سے بہتر ہے جو تمہیں اپنے باپ دادا کی نسبت سے حاصل ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ولایتی لا میر المؤمنین علیہ السلام احب الی من ولادتی منہ۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کا اعتقاد رکھنا مجھے ان کی اولاد میں سے ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آل رسولؐ سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا:

آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ من حرم علی رسول اللہ نکاحہ

آل محمدؐ سے مراد وہ ہیں جن سے رسول خداؐ کے لیے نکاح کرنا حرام ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

و لقد ارسلنا نوحا و ابراھیم و جعلنا فی ذریتھما النبوۃ و الکتاب فمنھم مھتد و کثیر منھم فسقون۔

اور بتحقیق ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی تو ان میں سے کچھ ہدایت پا گئے اور ان میں بہت سے فاسق ہو گئے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی کہ خلاق عالم فرماتا ہے:

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات باذن اللہ۔

پھر ہم نے اس کتاب کا وارث انہیں بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا ہے، پس ان میں سے کچھ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا:

الظالم لنفسہ ھنا من لم یعرف حق الامام علیہ السلام، و المقتصد من عرف حقہ، والسابق بالخیرات باذن اللہ ھو الامام علیہ السلام۔

اس آیت میں ظالم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے امام برحق کے حق کی معرفت نہیں رکھتا، مقتصد (میانہ رو) سے مراد وہ شخص ہے جو امام کے حق کو پہچانتا ہو اور بحکم خدا نیکیوں میں سبقت کرنے والے سے مراد خود امامؑ ہیں۔

جناب اسماعیل نے اپنے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہم میں سے جو لوگ گنہگار ہیں ان کا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا:

لیس بامانیکم و لا امانی اھل الکتاب من یعمل

سوءً ا یجز بہ و لا یجدلہ من دون اللہ ولیا و لا نصیرا۔

نہ تمہاری آرزوؤں سے بات بنتی ہے نہ اہل کتاب کی آرزوؤں سے، جو برائی کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا اور اللہ کے سوا نہ اسے کوئی کارساز میسر ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔

ایک طویل حدیث میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

لیس بین اللہ و بین احد قرابۃ، ان احب الخلق الی اللہ اتقاھم لہ و اعملھم بطاعۃ اللہ، و اللہ ما یتقرب العبد الی اللہ عز وجل الا بالطاعۃ، ما معنا برائۃ من النار ولا علی اللہ لأحد من حجۃ، من کان للہ مطیعا فھو لنا ولی و من کان للہ عاصیا فھو لنا عدو، و لا ینال و لا یتنا الا بالورع والعمل الصالح۔

خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان کسی قسم کی کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ تمام مخلوقات میں وہی شخص خدا کو زیادہ محبوب ہے جو سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہے اور سب سے زیادہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے۔ خدا کی قسم! خدا کی بارگاہ میں بغیر اس کی اطاعت و بندگی کے کوئی شخص بھی اس کا تقرب حاصل نہیں کرسکتا۔ ہمارے پاس دوزخ سے نجات حاصل کرنے کا کوئی پروانہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی کے پاس خدا کے بالمقابل کوئی حجت ہے۔ جو شخص خدا کا اطاعت گزار ہے، وہ ہمارا دوست ہے اور جو خدا کا نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔ ہماری ولایت اور دوستی، حرام سے بچنے اور عمل صالح بجالانے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا:

رب ان ابنی من اھلی و ان وعدک الحق و انت احکم الحاکمین . قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم انی اعظک ان تکون من الجاھلین. قال رب انی اعوذبک ان اسئلک ما لیس لی بہ علم و الا تغفر لی و ترحمنی اکن من الخاسرین.

اے میرے پروردگار! بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ فرمایا: اے نوح! بے شک یہ آپ کے گھر والوں میں سے نہیں ہے، یہ غیر صالح عمل ہے، لہٰذا جس چیز کا آپ کو علم نہیں اس کی مجھ سے درخواست نہ کریں، میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ مبادا نادانوں میں سے ہو جائیں۔ نوح نے کہا: میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے اور اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی:

و یوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ الیس فی جھنم مثویً للمتکبرین۔

اور جنہوں نے اللہ کی نسبت جھوٹ بولا: قیامت کے دن آپ ان کے چہرے سیاہ دیکھیں گے، کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

من زعم انہ امام و لیس بامام،

اس سے وہ شخص مراد ہیں جو امامت کا دعویٰ کرے، حالانکہ

امام نہ ہو۔

کسی نے عرض کیا: اگرچہ وہ جھوٹا مدعی امامت، علوی فاطمی بھی ہو؟ فرمایا:

و ان کان علویا فاطمیا۔

اگرچہ وہ علوی فاطمی بھی ہو۔

حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

لیس بینکم و بین من خالفکم الا مضمر،

تمہارے اور تمہارے مخالفین کے درمیان صرف مضمر کا فرق ہے۔

عرض کیا گیا! مضمر کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

الذی یسمونه بالبرائة و من قال خالفکم و جاوزه فابرؤ منه و ان کان علویا فاطمیا۔

مضمر وہی چیز ہے جسے تم برائت کے نام سے یاد کرتے ہو۔ جو شخص مذہب میں تمہارا مخالف ہو اور (مذہب حق) سے تجاوز کر جائے، تم اس سے بیزاری اختیار کرو، اگرچہ وہ علوی اور فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ (افطح) کے بارے میں اپنے اصحاب سے فرمایا:

انه لیس علی شئی مما انتم علیه و انی ابراء منه براء الله عزوجل منه۔

جس مذہب پر تم لوگ ہو، یہ اس پر نہیں ہے۔ میں اس سے بیزار ہوں، خدا بھی اس سے بیزار ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ نمبر ۳۹

قرآن مجید میں آیا ہے خواہشات نفسانی سے وابستگی اور علاقہ مندی جیسے اولاد اور عورتیں زر و جواہر کی تھیلیوں اور اچھے گھوڑے چار پاؤں اور زراعت نے لوگوں کے سامنے آرائش اور خوشنمائی کر رکھی ہے یہ سب دنیا کا مال اور متاع ہے لیکن نیک کام خدا کے ہاں موجود ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: خبردار کہ دنیا کو دوست نہ رکھو کیونکہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ اور ہر مصیبت اور بلا کا سرچشمہ ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا سے دل بستگی اور علاقہ مندی ہر خطاء اور گناہ کا سر ہے یعنی اصل ہے۔

اس طرح کی آیات اور روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے امور سے وابستگی اور علاقہ مندی قابل مذمت ہے نہ یہ کہ خود دنیا قابل مذمت ہے۔ یہاں پر پھر سوال پیدا ہوگا کہ کیا دنیا سے بطور اطلاق محبت اور دل بستگی اور علاقہ مندی قابل مذمت ہے اور انسان کو اپنی بیوی اور اولاد و مال اور دولت مکان اور متاع خورد اور خوراک سے بالکل وابستگی اور علاقہ مندی نہیں کرنی چاہیے؟ آیا اس طرح کا مطلب کہا جا سکتا ہے؟ جب کہ ان امور سے محبت اور وابستگی انسان کی فطری اور طبعی چیز ہے خداوند عالم نے انسان کو اس فطرت پر خلق فرمایا ہے۔ کیا انسان ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد سے محبت نہ رکھے؟ کیا انسان خوراک پوشاک اور اس دنیا کی زیبائی سے محبت نہ رکھتا ہوا ایسا کر سکتا ہے؟ اگر ان چیزوں سے محبت کرنا برا ہوتا تو خداوند عالم اس طرح پیدا نہ کرتا۔ انسان زندہ رہنے کے لئے ان چیزوں کا محتاج ہے اور اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ وہ طبعاً ان چیزوں کے بارے میں میلان رکھے امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے کہ لوگ دنیا کے فرزند ہیں اور کسی کو ماں سے محبت رکھنے پر ملامت نہیں کی جاتی۔

باب المتفرقات

مظلوم تاریخ حضرت ابوطالبؑ

علامہ امینی کی کتاب سے خوبصورت انتخاب

وقت وفات ابوطالبؑ کی قریش کو نصیحت

کلبی کہتا ہے:

جب ابوطالب کا وقت وفات قریب آپہنچا تو قریس کے سربرآوردہ اشخاص ان کے گرد جمع ہوگئے۔ تب انہوں نے وصیت کرتے ہوئے کہا:

”اے قریش! تم خدا کی مخلوق میں سے برگزیدہ گروہ اور سرزمین عرب کے کارپرداز ہو۔ تمہارے درمیان ایک قابل اطاعت پیشوا، دلاور سردار اور عفو و درگزر کرنے والا ہادی (محمدؐ) موجود ہے۔ تم جانتے ہو کہ عربوں میں کوئی ایسا افتخار اور بڑائی کا نشان نہیں ہے۔ جو تم نے حاصل نہ کیا ہو۔ نیز کوئی ایسا شرف اور بزرگواری نہیں کہ جو تم نے نہ پائی ہو۔ اسی بناء پر تم دوسرے عربوں سے برتر ہو اور اسی لئے وہ لوگ اپنے معاملات میں تم سے رجوع کرتے ہیں۔ اور تمہارے مقابلے پر آپس میں اتحاد کرتے ہیں۔

پس سن لو کہ میں تمہیں اس عمارت (کعبہ) کے احترام کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ اس میں خدائے تعالیٰ کی خوشنودی، اقتصادی، معاشی استحکام اور مصیبت کے وقت تمہاری ثابت قدمی کا راز پوشیدہ ہے۔ اپنے رشتہ داروں سے وابستہ رہو اور ان سے اپنا تعلق نہ توڑو۔ کیونکہ صلہ رحم طول عمر کا موجب بنتا ہے اور اس سے افراد قبیلہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔

اپنے بڑے لوگوں کے بارے میں ناشکر گزاری اور ان پر زیادتی کرنا چھوڑ دو کیونکہ یہی دونوں چیزیں اگلے لوگوں کی ہلاکت کا سبب بنی تھیں۔

دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور سائل جو چیز مانگے اسے دے دو، کیونکہ زندگی میں اور موت کے بعد کی بڑائی بھی اسی میں ہے۔

ہمیشہ سچ بولو اور امانت میں خیانت نہ کرو۔ کیونکہ یہ طریقہ اعزہ و اقرباء میں محبت پیدا کرتا ہے اور عوام الناس میں بزرگواری حاصل ہونے کا موجب ہے۔

میں تمہیں محمدؐ کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ وہ قریش میں سب سے بڑھ کر امانتدار (امین) اور سارے عرب میں سب سے بڑے راست گو (صادق) ہیں۔ نیز ان میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں کہ جن کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے۔ وہ ہمارے لئے ایسی دعوت اور ایسا پیغام لائے ہیں کہ جسے دل و روح قبول کرتے ہیں۔ لیکن زبان بدگو لوگوں کے خوف سے انکار کرتی ہے۔ خدا کی قسم! یوں لگتا ہے کہ جیسے میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے محنت کشوں، صحرانشینوں اور بے کس لوگوں نے محمدؐ کی دعوت پر لبیک کہا، ان کے قول کی تصدیق کی۔ ان کی نبوت کا احترام کیا اور انہیں موت کی سختیاں دکھنی پڑی ہیں۔

نیز ان کے اس طرز عمل سے قریش کے بزرگ اور رئیس ان کے مقابلے میں کمتر اور پست ہو گئے، ان کے گھر ویران ہو گئے۔ اور ان میں سے کمزور لوگ سرداری کے رتبے کو پہنچ گئے۔ یہی وہ وقت ہوگا جب کہ ان میں جو سب سے بڑا ہوگا وہ رسول اکرمؐ کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا اور جو ان میں سب سے کمزور ہوگا وہ ان سے کچھ زیادہ فائدے اٹھائے گا۔ کیونکہ وہ اپنی عرب دوستی اور محبت کو براہ راست محمدؐ کے لئے خاص کر دے گا۔ اپنے دل کو ان کیلئے پاک صاف کر دے گا اور ان کو اپنا ہادی قرار دے گا۔

اے قریش۔۔۔۔ خبردار! ہاں اپنے بھائی عبداللہ کے بیٹے محمدؐ کے بارے میں خبردار رہو۔ اس سے محبت رکھو اور اس کی جماعت (مسلمین) کے حامی رہو۔

خدا کی قسم! جو شخص اس کی راہ پر چلتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے اور جسے اس سے ہدایت مل جائے وہ سعادت مند بن جاتا ہے۔ ہاں تو اگر میری زندگی کچھ بڑھ جاتی اور میری موت میں تاخیر ہو جاتی تو میں آنے والی سختیوں اور مصیبتوں میں محمدؐ کا حامی و مددگار رہتا۔"

علامہ امینی کہتے ہیں:

یہ وصیت جو ایمان اور ہدایت سے لبریز ہے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ابوطالب نے زبان سے رسول اکرمؐ کی تصدیق کو اپنی قوم کی بدگوئی کے خوف سے زندگی کے آخری لمحات تک ملتوی کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ بات مسلمانوں پر ان لوگوں کے شدید حملے اور ان میں کمزوری اور انتشار پیدا کرنے کا موجب بن سکتی تھی۔ نیز اگر ایسے حوادث وقوع پذیر ہوتے تو ابوطالب کیلئے آنحضرتؐ کا دفاع کرنا ممکن نہ ہوتا۔ اگرچہ پہلے دن سے ہی رسول اکرمؐ کی رسالت پر ایمان ان کے قلب و روح میں جاگزیں ہو گیا تھا۔ لیکن جب ان کی موت کا وقت آ پہنچا اور مذکورہ بالا مصلحت اندیشی کی کوئی ضرورت نہ رہی تو وہ جس کو ان کے وجود کے بند بند نے قبول کر لیا تھا۔ اس کو وہ اپنی زبان پر بھی لے آئے اور اپنی جاودانی وصیت کے ذریعے رسول اکرمؐ کے بارے میں وہ سفارشات کیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

وقت وفات ابوطالب کی اپنے خاندان کو وصیت:

ابن سعد اپنی کتاب طبقات الکبریٰ میں لکھتا ہے:

جب ابوطالب کی وفات کا وقت آ پہنچا تو انہوں نے بنی عبدالمطلب کو بلا کر ان سے یوں خطاب کیا:

"جب تک تم محمدؐ کی باتیں سنو گے اور ان کے احکام کی پیروی کرو گے نیکی اور بھلائی کو ہاتھ سے نہیں جانے دو گے۔ پس ان کی حمایت اور پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔"

ایک اور روایت میں یوں بیان ہوا ہے:

اے بنی ہاشم! محمدؐ کی تصدیق کرو اور ان کی اطاعت کرو تاکہ ہدایت اور نجات پاؤ۔

برزنجی نے اپنی کتاب اسنی المطالب میں ان باتوں کو ابوطالب کے ایمان کی دلیل قرار دیا ہے اور پھر اس سے بہتر دلیل ہو بھی کیا سکتی ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتا ہے۔

میری نظر میں یہ چیز قطعاً ناممکن ہے کہ ابوطالب۔۔۔۔ رسول اکرمؐ کی متابعت کو ہدایت سمجھیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں، لیکن خود آنحضرتؐ کی متابعت اور فرمانبرداری نہ کرتے ہوں۔

علامہ امینی کہتے ہیں:

عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ ان تمام حالات اور

واقعات میں ابوطالب کے طرزِ عمل کی وجہ اس کے علاوہ کچھ اور ہو کہ انہوں نے دین حنیف کو قبول کرلیا تھا اور دل سے اس دین کے لانے والے پیغمبر کی تصدیق کر چکے تھے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر وہ کیا سبب تھا جو انہیں قریش کے غضب، سنگدلی اور ایذا رسانی کا مقابلہ کرنے نیز اپنی زندگی کا آرام و آسائش کھو دینے پر آمادہ کرتا تھا۔ خصوصاً اس وقت جب وہ خود اور ان کے خاص رشتہ داروں کا ایک گروہ اس وادی میں دن گزار رہا تھا۔ جہاں نہ زندگی خوشگوار تھی، نہ سکون حاصل تھا اور نہ ہی خطرہ دور ہوا تھا۔ اس دور میں وہ قریش کی جانب سے سنگدل، قطع تعلق اور دردناک زیادتیاں برداشت کر رہے تھے۔ ہاں تو وہ کون سی چیز تھی جس نے انہیں ان سب تکالیف کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ ایک ایسا دین کہ جس کے صحیح ہونے کا انہیں کوئی یقین نہ تھا اور جس کی حقیقت کو انہوں نے تسلیم نہیں کیا تھا۔ آیا وہ اس کی خاطر کئی سال کی قید اور محاصرے کی مصیبت مول لے سکتے تھے؟

خدا گواہ ہے کہ ایسا نہیں ہے اور ان سب مصائب کو برداشت کرنے کی وجہ خدا پر ان کا پختہ ایمان اور رسول اکرمؐ کی نبوت کے یقین کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ وہ زیرک قاری جو ان واقعات کی جزئیات پر غور کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔

ظاہر ہے کہ فقط رشتہ داری اور قبائلی تعلقات یہ تمام تکالیف برداشت کرنے کا موجب نہیں ہو سکتے، جیسا کہ یہ تعلقات ابوطالب کے بھائی ابولہب کیلئے کوئی ایسا محرک نہیں تھے۔ پھر اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ ابوطالب رسول اکرمؐ سے اپنی رشتہ داری کی بناء پر ان کا دفاع کرتے تھے۔ تو بھی یہ رشتہ داری اس کا سبب نہیں بن سکتی کہ اس صراحت سے رسول اکرمؐ کی تصدیق کی جائے اور یہ کہا جائے کہ جو کچھ آنحضرتؐ لائے ہیں وہ برحق ہے۔ نیز یہ اعلان کرنا کہ آپ مثیل موسیٰؑ اور وہی رسول ہیں جن کی سابقہ کتابوں میں بشارت دی گئی ہے۔ بلکہ یہ کہنا کہ جو کوئی ان کی پیروی کرے گا وہ ہدایت پاتا ہے اور جو آنحضرتؐ کے راستے سے منحرف ہو جائے اور سرکشی اختیار کرے وہ گمراہ ہے۔

علاوہ ازیں ابوطالب کی ایسی ہی اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن میں وہ واضح الفاظ میں لوگوں کو رسول اکرمؐ کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں اور یہی ان کے مسلم ہونے کا بین ثبوت ہے۔

ایک حدیث جو ابوطالب سے مروی ہے:

اسحٰق بن عیسیٰ ہاشمی ابو رافع سے اور وہ ابوطالب سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ سے سنا کہ انہوں نے کہا: ان کے پروردگار نے انہیں صلہ رحمی کیلئے بھیجا اور اس امر کیلئے مبعوث کیا ہے کہ وہ فقط خدا کی پرستش کریں اور اس کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کریں اور (میرے نزدیک) محمدؐ سب سے بڑھ کر صادق اور امین ہیں۔ شیخ ابراہیم حنبلی نے ''نہایت الطلب'' میں ''عروۃ ثقفی'' سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:

میں نے ابوطالبؑ سے سنا کہ انہوں نے کہا: میرا صادق اور امین بھتیجا کہ بخدا وہ بے حد سچا ہے، اس نے مجھ کو بتایا کہ خدائے تعالیٰ نے اسے صلہ رحمی برقرار کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کیلئے بھیجا، نیز یہ حکم بھی دیا: ''شکر کرتا رہ تاکہ تجھے روزی ملے اور ناشکرا مت بن تاکہ تجھے عذاب نہ دیا جائے۔''

☆☆☆☆☆

باب المتفرقات

......ولادت باسعادت حضرت علی علیہ السلام......

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اقتباس از سیرت امیر المومنین علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم

خانہ کعبہ ایک قدیم ترین عبادت گاہ ہے جس کی نیو آدم نے ڈالی، اور جس کی دیواریں ابراہیمؑ و اسمعیلؑ نے اٹھائیں۔ اگرچہ یہ گھر بالکل سادہ، نقش و نگار سے معراء، زینت و آرائش سے خالی اور چونے اور پتھروں کی سیدھی سادی عمارت ہے مگر اس کا ایک ایک پتھر برکت و سعادت کا سرچشمہ اور عزت و حرمت کا مرکز و محور ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام

اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو محترم گھر قرار دیا ہے۔

خانہ کعبہ کی یہ عزت و حرمت دائمی و ابدی ہے جو نہ پہلے زمانہ و وقت کی پابند تھی اور نہ اب ہے بلکہ روز تعمیر سے اسے بلند ترین عظمت اور غیر معمولی مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور اب بھی اس کی مرکزیت و اہمیت بدستور قائم ہے جس کا اظہار مختلف اسلامی عبادات کے ذریعہ، ہوتا رہتا ہے، چنانچہ ہر مسلمان چاہے وہ مشرق کا باشندہ ہو یا مغرب کا عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا جب بھی نماز کے لئے کھڑا ہوگا اسے ہی عبادت کی مرکزی سمت قرار دے گا۔ اور اس کے گرد چکر لگانا اور طواف کرنا اس احتیاط کے ساتھ کہ شانے اس کی سمت سے منحرف نہ ہونے پائیں، حج کا ایک بڑا رکن اور اس کی عظمت و تقدیس کا ایک خاص مظاہرہ ہے۔

حضرت علیؑ اسی متبرک و باعظمت گھر میں روز جمعہ تیرہ رجب تیس عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ اور یہ شرف خاص نہ ان سے پہلے کسی کو ملا اور نہ ان کے بعد کسی کو حاصل ہوگا۔ محدثین و اہل سیر نے اُسے حضرت امیر المومنین کے مخصات میں شمار کرتے ہوئے اپنے کتب و مصنفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حاکم نیشاپوری تحریر کرتے ہیں:

"اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وسط خانہ کعبہ میں فاطمہ بنت اسد کے بطن سے متولد ہوئے"

شاہ ولی اللہ نے بھی اُسے نقل کیا ہے اور اس امر کی صراحت کی ہے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو یہ شرف نصیب نہیں ہوا۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں:

"متواتر روایت سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علیؑ روز جمعہ تیرہ رجب تیس عام الفیل کو وسط کعبہ میں فاطمہ بنت اسد کے بطن سے پیدا ہوئے اور آپ کے علاوہ نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد کوئی خانہ کعبہ میں پیدا ہوا"

عصر نو کے مصنف عباس محمود عقاد نے اس مبارک پیدائش کو خانہ کعبہ کی عظمت پارینہ کی تجدید اور خدائے واحد کی پرستش کے

دور جدید سے تعبیر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''علی ابن ابی طالبؑ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور خداوند عالم نے ان کے چہرے کو بتانِ کعبہ کے آگے جھکنے سے بلند رکھا۔ گویا اس مقام پر حضرت کی پیدائش کعبہ کے نئے دور کا آغاز اور خدائے واحد کی پرستش کا اعلان عام تھا''

اسی طرح تقریباً ہر مورخ و سیرت نگار نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ کچھ لوگوں نے اس کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے ایسے گوشے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس سے اس کی امتیازی وانفرادی حیثیت ختم ہو جائے اور یہ شرف، شرف نہ رہے یا علیؑ سے مخصوص نہ رہے۔ چنانچہ کبھی یہ کہا گیا کہ خانہ کعبہ کے اندر ولادت میں رکھا ہی کیا ہے جبکہ وہ اس وقت ایک بت خانہ کی حیثیت رکھتا تھا اور چاروں طرف سے بتوں میں گھرا ہوا تھا۔ اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ اگر مسجد کو مندر یا کلیسا میں تبدیل کر دیا جائے تو وہ حکم مسجد سے خارج نہیں قرار پاتی بلکہ اس کی حرمت و تقدیس بدستور باقی رہتی ہے۔ اسی طرح بتوں کے عمل دخل سے خانہ کعبہ کی بھی حرمت و توقیر زائل نہیں ہو سکتی اور نہ اس کے دامن تقدیس پر حرف آ سکتا ہے۔ چنانچہ جب اُسے عالم اسلام کا قبلہ قرار دیا گیا تو اس وقت بھی اس کے گردوپیش بت رکھے ہوئے تھے۔ مگر یہ بات اس کے قبلہ قرار پانے سے مانع نہ ہو سکے۔ اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ عام الفیل سے تیرہ سال قبل فاختہ بنت زہیر کے بطن سے حکیم ابن حزام بھی خانہ کعبہ میں پیدا ہوا تھا تو اس میں شرف ہی کیا جبکہ ایک کافر بھی وہاں پیدا ہو سکتا ہے۔

یہ واقعہ ان وسیع النظر علماء مورخین کے تصریحات کے خلاف جنہوں نے صاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ حضرت علیؑ سے پہلے اور ان کے بعد کوئی خانہ کعبہ کے اندر پیدا نہیں ہوا۔ اور پھر یہ مقام شرف ہے تو مسلم کے واسطے نہ کافر کے لئے۔ لہٰذا اگر کوئی کافر وہاں پر پیدا ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ سب اعزاز افتخار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے، کہ کفر کے ساتھ اس قسم کے امتیازات موردفخر نہیں قرار پا سکتے اگر کفر کی حالت میں زیارت رسول وجہ شرف نہیں اور زیارت کعبہ قابل تعریف نہیں تو اس میں پیدائش کیونکر وجہ نازش ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر ایمان کے ساتھ ایسا ہوتا تو سبب امتیاز ہو سکتا تھا۔ اور علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ وہ نہ محکوم بالکفر تھے اور نہ کافر پیدا ہوئے۔ چنانچہ کتب اہلسنت میں یہ روایت موجود ہے کہ جب آپ شکم مادر میں تھے اور ماں بتوں کے آگے سرنگوں ہونا چاہتی تھیں تو آپ شکم مادر میں اس طرح پیچ و تاب کھاتے کہ وہ بتوں کے آگے جھک نہ سکتی تھیں۔ اگرچہ یہ روایت شیعہ نقطہ نظر سے قابل تسلیم نہیں ہے مگر اتنا تو واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک بھی علیؑ کی زندگی کا کوئی لمحہ بطن مادر سے لے کر آغوش لحد تک کفر و شرک میں نہیں گزرا اور پھر جنہوں نے ابن حزام کی ولادت کے متعلق لکھا ہے انہوں نے اسے ایک اتفاقی حادثہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ جس سے کسی شرف و بلندی کو ثابت نہیں کیا جا سکتا مگر امیر المومنینؑ کی ولادت کسی اتفاقی حادثہ کی بجائے مشیت ایزدی کی کارفرمائی کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ عباس ابن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ اور یزید ابن قعنب اور بنی ہاشم و بنی عزیٰ کے چند افراد خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ فاطمہ بنت اسد تشریف لائیں اور خانہ کعبہ کے قریب آ کر کھڑی ہو گئیں۔ ابھی ایک آدھ لمحہ گزرا تھا کہ ان کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے۔ لرزتے ہوئے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھائے، مضطرب

نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور بارگاہ خداوند میں عرض کیا:

''اے میرے پروردگار! میں تجھ پر اور تیرے نبیوں اور تیری نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ تو اس باعزت گھر، اس گھر کے معمار اور اس مولود کے صدقہ میں جو میرے شکم میں ہے میری مشکل حل کر اور اس کی ولادت کو میرے لئے آسان کردے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ مولود تیرے جلال وعظمت کی نشانیوں میں سے ایک روشن نشانی ہے اور تو ضرور میری مشکل آسان کرے گا''۔

عباس کہتے ہیں کہ جب فاطمہ بنت اسد اس دعا سے فارغ ہوئیں تو ہم نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی عقبی دیوار شق ہوئی اور وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے فوراً اس نئے در سے اندر داخل ہوگئیں اور دیوار کعبہ شگافتہ ہونے کے بعد پھر اپنی اصلی حالت پر پلٹ آئی گویا اس میں کبھی شگاف پڑا ہی نہ تھا۔

اس واقعہ کی صحت کو علماء شیعہ کے علاوہ علماء اہلسنت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ علماء اہل تشیع میں سے ابوجعفر طوسی نے امالی میں علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اور علماء اہلسنت میں سے میر صالح کشفی نے مناقب اور مولوی محمد مبین نے وسیلۃ النجاۃ میں اسے درج کیا ہے۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ صورت یکا یک اور اتفاقیہ طور پر پیش نہیں آئی۔ اگر یہ اتفاقی حادثہ ہوتا تو نہ خرق عادت کے طور پر دیوار شق ہوتی اور نہ بنت اسد دیوار کے شگاف سے ڈرا، نہ وہ بیبا کانہ اندر داخل ہوتیں۔ بلکہ یہ غیبی طاقت ہی کا کرشمہ اور قدرت کی کارفرمائی ہی کا نتیجہ تھا۔ اس ولادت کے تین دن بعد تک فاطمہ بنت اسد بیت اللہ میں رہیں اور چوتھے دن مولود کو گود میں لئے ہوئے باہر آئیں۔

در پس پردہ آنچہ بود آمد
اسد اللہ در وجود آمد

پیغمبر اکرمؐ جو منتظر وچشم براہ تھے آگے بڑھے اور اپنے محسن و مربی چچا کے لخت جگر کو ہاتھوں پر لے کر سینے سے لگایا۔ بچے نے شمیم نبوت سونگ کر آنکھیں کھول دیں اور سب سے پہلے جمال جہاں آرائے حبیب خداؐ سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا۔ پیغمبرؐ نے اپنی زبان نومولود کے منہ میں دے کر آب وحی سے چمن امامت کی آبیاری کی۔ علم نبوت لعاب دہن رسولؐ میں حل ہو کے علیؑ کے رگ وپے میں اترا۔ اور زبان پیغمبرؐ نے گواہی دی کہ خصنی بالنظر وخصتہ بالعلم ''اس نے مجھے پہلی نگاہ کے لئے منتخب کیا میں نے اُسے علم کے لئے منتخب کرلیا''۔

حضرت علیؑ کو خانہ کعبہ سے کئی نسبتیں حاصل ہیں۔ پیغمبرؐ نے انہیں مثیل کعبہ فرمایا انہی کے آباؤ اجداد نے اُسے تعمیر کیا اور وہی ہمیشہ اس کے پاسبان ونگہبان رہے اور اُسے طاغوتی طاقتوں کی دستبرد سے بچاتے رہے۔ چنانچہ حسان ابن عبد کلاں نے اسے مسمار کرنا چاہا تو فہران مالک نے اُسے شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ ابرہہ ابن اشرم نے ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کیا تو حضرت عبدالمطلب درکعبہ پر جم کر کھڑے ہوگئے۔ اگر بت پرستوں نے اسے صنم کدہ بناڈالا تو انہی کے ہاتھوں نے پیغمبر کے دوش پر بلند ہو کر اس کی تطہیر کی اور ایک ایک بت کو توڑ پھوڑ کر باہر پھینکا اور یہی ان کا مولد قرار پایا اور اس طرح ان کی ولادت کعبہ کی طہارت کی تمہید بن گئی۔

اگر آپ کی ولادت کو مکانی لحاظ سے یہ شرف حاصل ہے کہ بنائے خلیل مطاف خلق اور مامن عالم میں پیدا ہوئے تو زمانی لحاظ سے بھی یہ شرف ہے کہ آپ ماہ رجب میں پیدا ہوئے جو حرمت

والے مہینوں میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی محترم مہینہ کی ستائیسویں تاریخ کو پیغمبر اکرم کی بعثت ہوئی اور دعوت اسلام کا آغاز ہوا۔ یہ ولادت و بعثت کا زمانی اتحاد علیؑ اور اسلام کے اتحاد باہمی کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ کردار علیؑ اسلامی تعلیمات کا عکس بردار اور اسلامی تعلیمات سیرت علیؑ کا آئینہ ہیں۔ دونوں ایک ساتھ پیغمبرؐ کے سایہ میں پروان چڑھے اور دونوں ایک دوسرے کی عظمت و رفعت کے پاسبان رہے۔

نام، لقب، کنیت

حضرت ابوطالب نے اپنے جد قصی ابن کلاب کے نام پر آپ کا نام زید رکھا اور فاطمہ بنت اسد نے اپنے باپ اس کے نام پر "حیدر" نام تجویز کیا۔ (اسد اور حیدر دونوں کے معنی شیر کے ہیں) چنانچہ آپ نے خیبر میں مرحب کے رجز کے جواب میں فرمایا: انا الذی سمتنی امی حیدرہ۔ "میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے"۔ اور پیغمبر اکرمؐ نے قدرت کے ایماء پر آپ کو علیؑ کے نام سے موسوم کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوطالب ہی نے آپ کا نام علیؑ رکھا۔ اور سند میں ان کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے۔

سمیتہ بعلی کے یدوم لہ

عزا لعولو و فخر العزادومہ

"میں نے اُن کا نام علیؑ رکھا ہے تاکہ رفعت و سربلندی کی عزت ہمیشہ اُن کے پائے نام رہے۔ اور عزت ہی وہ سرمایہ افتخار ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔"

یہ نام جو اپنے اندر علو و بلندی کے معنی رکھتا ہے اسم بامسمی ثابت ہوا اور ہمیشہ کائنات میں بلند و بالا پستی سے ناآشنا، رزم و بزم میں وردِ زبان اور زمین کی فضاؤں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک گونجتا رہا۔ اگرچہ اموی حکمرانوں نے حضرت کے نام اور کنیت پر پہرا بٹھا دیا تھا اور اس پر ناک بھوں چڑھاتے تھے۔ چنانچہ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں تحریر کیا ہے کہ عبداللہ ابن عباس کے فرزند کا نام علیؑ اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ایک دن علی ابن عبداللہ، عبدالملک کے ہاں گئے تو اُس نے کہا کہ میں تمہارا یہ نام اور کنیت گوارا نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اپنا نام تو نہ بدلا مگر کنیت ابوالحسن کے بجائے ابومحمد رکھ لی اسی ذہنیت کے زیر اثر صدیوں تک اسلامی حکمرانوں میں سے کسی کا نام علیؑ نہ ہو سکا۔ مگر آج محمدؐ کے بعد مسلمانوں میں سب سے زیادہ علیؑ ہی کے نام پر نام رکھے جاتے ہیں اور صدیوں تک متروک اور سب و شتم کا ہدف قرار دیئے جانے کے باوجود آخر یہ نام اسلام کے ساتھ ساتھ ہر گوشہ عالم میں پہنچ کر رہا۔

آپ کے القاب آپ کے متنوع اور گوناگوں اوصاف کے لحاظ سے متعدد ہیں جن میں سے مرتضیٰ وصی اور امیر المومنین زبان زد خلائق ہیں۔ اور مشہور و معروف کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ پہلی کنیت بڑے بیٹے حسنؑ کے نام پر ہے۔ اور عرب عموماً فرزندِ اکبر ہی کے نام پر کنیت رکھا کرتے تھے جیسے حضرت ابوطالب کی کنیت اپنے بڑے فرزند طالب کے نام پر ابوطالب اور حضرت عبدالمطلب کی کنیت اپنے بڑے بیٹے حارث کے نام پر ابوالحارث تھی۔ اور دوسری کنیت پیغمبر اکرمؐ نے تجویز فرمائی تھی۔ چنانچہ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ غزوۂ عشیرہ کے موقع پر حضرت علیؑ اور عمار ابن یاسر بن مدلج کے ایک چشمہ کی طرف نکل گئے اور درختوں کے سایہ میں ایک نرم و ہموار زمین پر لیٹ گئے۔ ابھی لیٹے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ پیغمبر اکرمؐ بھی ادھر آ گئے اور علیؑ کا بدن خاک

میں اٹا ہوا دیکھ کر فرمایا مالک یا اباتراب۔ ''اے ابوتراب یہ کیا حالت ہے اور اس دن سے آپ کی کنیت ابوتراب قرار پائی۔

علامہ حلی نے تحریر کیا ہے:

''غزوۂ عشیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کی کنیت ابوتراب رکھی جبکہ رسول خدا نے انہیں اور عمار بن یاسر کو سوتے ہوئے پایا اور علیؑ خاک میں اٹے ہوئے تھے۔''

سب سے پہلے یہ کنیت آپ ہی کے لئے تجویز ہوئی اور آپ سے قبل کسی کی یہ کنیت نہ تھی۔ چنانچہ شیخ علاء الدین نے تحریر کیا ہے:

''سب سے پہلے علی ابن ابی طالب ہی ابوتراب کی کنیت سے پکارے گئے''

اس سلسلہ میں بخاری نے اپنی صحیح میں یہ روایت درج کی ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر اکرمؐ جناب سیدہؑ کے گھر میں تشریف لائے اور علیؑ کو وہاں موجود نہ پا کر دریافت کیا کہ علیؑ کہاں ہیں؟ جناب سیدہؑ نے کہا کہ میرے اور اُن کے درمیان کچھ شکر رنجی ہوگئی ہے اور وہ غصہ میں بھرے ہوئے باہر چلے گئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ایک شخص سے کہا کہ جا کر دیکھو کہ علیؑ کہاں ہیں۔ اس نے مسجد میں حضرت علیؑ کو لیٹے ہوئے دیکھا تو آنحضرتؐ سے پلٹ کر کہا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ پیغمبرؐ مسجد میں تشریف لائے اور علیؑ کے خاک آلودہ بدن سے گرد جھاڑی اور فرمایا قم یا اباتراب۔ ابوتراب اُٹھئے۔ اس کے بعد آپ ابوتراب کی کنیت سے یاد کیے جانے لگے۔

یہ روایت پہلی روایت سے مقام اور واقعہ کے اعتبار سے مختلف ہونے کے علاوہ درایۃً بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کے گھریلو زندگی کے واقعات یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ جناب فاطمہؑ ایک لمحہ کے لئے بھی علیؑ کی شکوہ سنج ہوئی ہوں اور ان دونوں میں ان بن یا رنجش و کشیدگی کی صورت پیدا ہوئی ہو۔ بلکہ ان کی گھریلو زندگی اتحاد و یکجہتی کا معیاری نمونہ تھی۔ حضرت عمار یاسر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی کنیت ابوتراب جمادی الثانیہ ۲ھ میں تجویز کی تھی کیونکہ غزوہ عشیرہ اسی مہینہ میں ہوا تھا۔ اور جناب سیدہ سے حضرت علیؑ کا عقد غزوہ بدر کے بعد یکم ذی الحجہ ۲ھ میں ہوا تھا یعنی اس کنیت کے تجویز ہونے کے چھ ماہ بعد۔ تو اس صورت میں نہ رنجش و کشیدگی کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ خفگی کی بنا پر گھر چھوڑ کر مسجد میں لیٹنے کا جبکہ اس وقت جناب سیدہ آپ کے نکاح میں تھیں ہی نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت اموی حکمرانوں کو خوش کرنے کے لئے گھڑی گئی ہے جو تنقیص و مذمت اور سب و شتم کے موقع پر حضرت کو اس کنیت سے یاد کرتے تھے۔ اگر یہ کنیت اسی مفروضہ رنجش کے موقع پر تجویز ہوتی تو جس نام کے ساتھ کوئی تلخ یاد یا ناگوار واقعہ وابستہ ہوتا ہے وہ نام کبھی مرغوب و پسندیدہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ حضرت کو یہ کنیت اپنے تمام ناموں سے زیادہ پسندیدہ تھی۔

چنانچہ سہل ابن سعد کہتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب ناموں سے زیادہ محبوب نام ابوتراب''

حلیہ و سراپا

اعضاء شناسی علم نفسیات کی ایک شاخ ہے جو مسلسل تجربات و مشاہدات سے اخذ نتائج پر مبنی ہے۔ اس سے آنکھ، ناک، پیشانی اور دوسرے اعضاء بدن سے انسان کے عادات و اطوار اور رفتار و گفتار سے انسان کی شخصیت کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔ ان اعضاء شناسوں کے نزدیک ماتھے کا کھلا اور

پیشانی کا اُبھرا ہونا فہم وادراک کی، بازوؤں کا طویل و پرگوشت ہونا بزرگی وریاست کی، بالوں کی سختی شجاعت کی آنکھوں کا بڑا ہونا تیزی طبع کی علامت ہے اسی طرح گردن کا کوتاہ ہونا مکر وتشدد پسندی کی پنڈلیوں کا پرگوشت ہونا حماقت کی، آنکھوں کا چھوٹا اور اندر کو دھنسا ہونا خبث وفریب کی۔ شانوں کا نازک وباریک ہونا کمزوری عقل کی اور دانتوں میں دراڑوں کا ہونا کمزوری وضعف کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ظنی وتخمینی علامات ہیں جنہیں قطعی و یقینی نہیں کہا جاسکتا تاہم ظاہر، باطن کا ایک حد تک عکاس وآئینہ دار ضرور ہوتا ہے؟

سیمائے آدمی آئینہ حال و باطن است

کتب تاریخ وسیر کی رو سے امیر المومنین کا حلیہ مبارک یہ تھا:

''جسم بھاری بھرکم، رنگ کھلتا ہوا گندم گوں، خدوخال انتہائی موزوں اور دلکش، چہرہ متبسم اور چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں، ابوالحجاج مدرک کہتے ہیں: کان من احسن الناس وجھا ''سب لوگوں سے زیادہ وجیہہ اور حسین تر تھے'' پیشانی کشادہ ابن عباس کہتے ہیں: ما رأیت احسن من شرصة علیؑ ''میں نے علی کی کنپٹیوں سے حسین تر کسی کی کنپٹیاں نہیں دیکھیں'' ماتھے پر سجدوں کی کثرت سے گھٹا پڑا ہوا ستواں ناک، آنکھیں بڑی اور سیاہ اور ان میں عزم وایقان کی چمک۔ ابوالحجاج کہتے ہیں کہ میں نے حضرتؑ کی آنکھوں میں سرمہ کے نشان بھی دیکھے ہیں۔ پتلیاں روشن، بھویں قوس نما، پلکیں لانبی، دانت سلک منظم کی طرح ضیابار۔ ضرار بن ضمرہ کنانی کہتے ہیں: ان تبسم فعن مثل اللولو المنظوم ''اگر مسکراتے تو دانت موتی کی لڑیوں کی طرح چمکتے۔ گردن موٹی صراحی دار، سینہ چوڑا چکلا اور اس پر بال، بازوؤں کی مچھلیاں اُبھری ہوئیں، شانے بھرے بھرے، کلائیاں ٹھوس۔ کلائیوں اور بازوؤں میں جور کا پتہ نہ چلتا تھا۔ دونوں کندھوں کی ہڈیاں چوڑی اور مضبوط، ہتھیلیاں سخت، پنڈلیاں نہ لاغر اور نہ پر گوشت، پیٹ کچھ نکلا ہوا، ریش مبارک گھنی اور عریض، سر اور داڑھی کے بال سفید۔ محمد بن ابن حنیفہ کہتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے ایک دفعہ مہندی کا خضاب لگایا اور پھر چھوڑ دیا۔ خود کے کثرت استعمال سے سر کے اگلے حصہ پر بال اُڑے ہوئے قد میانہ سے کچھ نکلتا ہوا۔ حضرتؑ خود فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے قد وقامت میں اعتدال بخشا ہے۔ اگر میرا حریف پست قامت ہوتا ہے تو میں اس کے سر پر ضرب لگا کر اُس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں اور اگر دراز قامت ہوتا ہے تو بیچ سے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں۔ آواز پرشکوہ، رفتار پیغمبرؐ کی رفتار سے مشابہ پروقار اور کچھ آگے کو جھکی ہوئی۔ جب میدان جنگ میں دشمن کی طرف بڑھتے تو تیزی کے ساتھ چلتے اور آنکھوں میں سُرخی دوڑ جاتی تھی۔

ابن قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے حضرتؑ کو دیکھ کر کہا کانہ کسر ثم جبر۔ اس جملہ کے لفظی معنی یہ ہیں ''گویا توڑے گئے ہیں اور دوبارہ جوڑے گئے ہیں''۔ اس جملہ سے یہ سمجھ لیا گیا کہ آپ غیر متوازن اور بے ڈھنگے تھے۔ حالانکہ یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے۔ جس کے ظاہرہ معنی مراد نہیں ہیں۔ چنانچہ سید محسن عاملی نے اعیان الشیعہ میں اور عمر ابوالنصر نے الزہرا میں ابن عائشہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ جملہ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے بازو بھرے ہوئے اور نظریں زمین کے اندر گڑی ہوں، نہ اس شخص پر جس کا جسم بے جوڑ، بے ڈھنگا اور غیر متوازن ہو۔

باب المتفرقات

تمام گناھوں کی جڑ دنیا طلبی ھے

از کتاب خودسازی مترجم علامہ اختر عباس نجفی مرحوم

(حصہ اول)

آیات قرآنی اور روایات اہل بیت علیہم السلام میں دنیا کی بہت زیادہ مذمت وارد ہوئی ہے اور اسے لہو اور لعب یعنی کھیل اور غرور و تکبر کا سرمایہ قرار دیا گیا ہے کہ جس میں مشغول ہو جانا مومنین کی شان نہیں ہے اور اس سے بہت زیادہ پرہیز کرنا چاہئے ۔ جیسے قرآن میں آیا ہے تھوڑی دنیا بھی دھوکے دینے والے سرمایہ کے علاوہ کچھ نہیں۔

نیز خداوند عالم فرماتا ہے کہ دنیا سوائے کھیل اور ہوسرانی کے اور کچھ نہیں آخرت کا گھر نیکو کاروں کے لئے بہتر ہے کیا سوچ اور فکر نہیں رکھتے ؟

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جان لو کہ دنیا کی زندگی سوائے کھیل اور ہوسرانی کے اور کچھ نہیں آخرت کا گھر نیکو کاروں کے لئے بہتر ہے کیا سوچ اور فکر نہیں رکھتے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور ہوسرانی زینت اور تفاخر اور اولاد کے زیادہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس کی مثال اس بارش کی ہے جو وقت پر برسے اور سبزہ زمین سے نکلے کہ جو جڑوں کو تعجب میں ڈال دے اس کے بعد دیکھے گا کہ وہ زرد اور خشک اور خراب ہو جائے گی ۔ آخرت میں اس کے پیچھے سخت عذاب آپہنچے گا۔

امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں کیونکہ دنیا شیریں اور خوشنما ہوا کرتی ہے شہوات اور ھوی و ہوس سے مخلوط ہے وہ اپنے آپ کو دل پسند جلدی ختم ہو جانے والی چیزوں کے ذریعے محبوب بناتی ہے اور معمولی چیزوں سے تعجب میں ڈالتی ہے ۔ امیدوں اور دھوکے دہی سے زینت کرتی ہے اس کی خوشی کو دوام حاصل نہیں اور اس کی مصیبتوں اور گرفتاریوں سے امان نہیں ہوتی بہت فریب دینے والی اور نقصان دہ ہے متغیر اور زوال پذیر ہے فنا اور ہلاک ہو جانے والی ہے انسانوں کو کھا جانے اور ہلاک کر دینے والی ہوا کرتی ہے۔

نیز آنحضرت نے فرمایا دنیا آرزو اور تمنا کا گھر ہے اور فنا ہو جائیگی اس کے رہنے والے یہاں سے چلے جائیں گے شریں اور خوشنما ظاہر ہوتی ہے دنیا کے طلب کرنے والوں کے پاس جاتی ہے اور ان کے دلوں میں جو اس سے علاقہ مندی ظاہر کرتے ہیں گھر کر جاتی ہے۔

اس طرح کی آیات اور روایات بہت زیادہ موجود ہیں جو دنیا کی مذمت بیان کرتی ہیں اور لوگوں کو اس سے ڈراتی ہیں بالخصوص نہج البلاغہ جیسی عظیم کتاب میں دنیا اور اہل دنیا کی بہت زیادہ مذمت وارد ہوئی ہے ۔ حضرت علی علیہ السلام لوگوں سے چاہتے ہیں کہ دنیا کو ترک کریں اور آخرت کی فکر کریں آنحضرت لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک اہل دنیا اور دوسرا اہل آخرت اور ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک خاص پروگرام بیان فرماتے ہیں۔

قرآن میں آیا ہے کہ جو شخص دنیا مال ومتاع کا خواہش مند ہو ہم اسے اس سے بہرہ مند کرتے ہیں اور جو آخرت کے ثواب کا طالب ہوگا ہم اسے وہ عنایت کرتے ہیں۔

قرآن فرماتا ہے کہ مال ومتاع اور اولاد دنیا کی زینت ہیں لیکن نیک عمل باقی رہ جاتا اور وہی تیرے پروردگار کے نزدیک بہتر اور نیک آرزو اور تمنا ہے۔

دنیا کیا ہے؟

بہر حال اسلام دنیا کو قابل مذمت قرار دیتا ہے اور اس سے پرہیز کرنے کے خواہاں ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ واضح کریں کہ دنیا کیا ہے اور کس طرح اس سے پرہیز کیا جا سکتا ہے؟

کیا دنیا ہر وہ چیز جو اس جہان میں جیسے زمین سورج ستارے حیوانات، نباتات، درخت، معدنیات اور انسان ہیں کا نام ہے؟ اس کے مقابلے میں آخرت یعنی ایک دوسرا جہاں ہے؟ جہاں ان میں کوئی بھی نہیں؟ اگر دنیا سے یہ مراد ہو تو پھر دنیا کی زندگی کام کرنے خورد ونوش آرام اور حرکت وغیرہ جو دنیا کی زندگی سے مربوط ہیں، کا نام ہوگا۔ کیا اسلام میں کسب معاش اور کام کرنے اور روزی حاصل کرنے اور اولاد پیدا کرنے اور نسل کو بڑھانے کی مذمت کی گئی ہے؟ کیا زمین اور آسمان حیوانات اور نباتات بری چیزیں ہیں۔ اور انسان کو ان سے پرہیز کرنا چاہیے؟ کیا اسلام کام اور کوشش کرنے اور روزی کو حاصل کرنے اور تولید نسل کی مذمت کرتا ہے؟ یہ تو قطعاً ایسا نہیں ہے یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہیں اگر یہ چیزیں بری ہوتیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پیدا ہی نہ کرتا۔ خداوند عالم ان تمام چیزوں کو اپنی بہت بڑی خوشنما نعمتیں قرار دیتا ہے جو انسان کے مطیع ہیں تا کہ انسان ان سے فائدے حاصل کرے۔ تنہا مال اور دولت قابل مذمت نہیں ہے بلکہ اسے قرآن میں خیر اور اچھائی کے طور پر ظاہر کیا ہے۔

قرآن میں آیا ہے۔ ان ترک خیر الوصیہ للوالدین والا قربین۔ حلال روزی کمانے اور کام اور کوشش کی مذمت ہی نہیں کی گئی بلکہ بہت سی روایات میں اسے بہترین عبادت بھی شمار کیا گیا ہے جیسے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ عبادت کے ستر جزو ہیں ان میں سب سے زیادہ افضل حلال روزی کا طلب کرنا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنی روزی حاصل کرے تا کہ لوگوں سے بے نیاز ہو جائے اور اپنے اہل وعیال کی روزی کو وسیع کرے اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ احسان کرے وہ قیامت کے دن خدا سے ملاقات کرے گا جبکہ اس کی صورت چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہی ہوگی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے اہل وعیال کی روزی تلاش کرے اور وہ اس شخص کی طرح ہے جو خدا کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔

روایات میں کام اور کوشش زراعت اور تجارت کرنے یہاں تک کہ نکاح کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور پیغمبرؐ اور آئمہ علیہم السلام کی سیرت بھی یوں ہی تھی کہ وہ کام کرتے تھے۔ علی ابن ابی طالب جو تمام زاہدوں کے سردار ہیں کام کرتے تھے پس سوچنا چاہیے کہ جس دنیا کی مذمت کی گئی ہے وہ کونسی ہے؟ بعض علماء نے کہا کہ دنیا قابل مذمت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دل بستگی قابل مذمت ہے۔ بعض آیات اور روایات میں دنیا سے وابستگی اور علاقہ مندی بھی وارد ہوئی ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۸ پر ملاحظہ فرمائیں

اخبار غم

۱۔ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا السید اخلاق حسین شیرازی پرنسپل جامعہ فاطمیہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ کی والدہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور جوار سیدہ سلام اللہ علیہا میں جگہ عنایت فرمائے ادارہ مولانا موصوف کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

۲۔ حاجی ملک غلام محمد آف کہاوڑ ضلع بھکر رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے۔

۳۔ جناب محمد تقی کلو آف بھکر کو صدمہ

ملک محمد تقی کلو صاحب آف بھکر کے والد ماجد رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں اللہ تعالیٰ کی مرحوم کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

۴۔ محمد اشرف میکن آف نبی شاہ بالا ضلع سرگودہا کے والد محترم رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

۵۔ آہ الحاج منور علی شاہ قریشی

حسو بلیل ضلع جھنگ کے روح رواں جناب منور علی قریشی رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان خصوصاً ان کے بیٹے مرید عباس صاحب قریشی کو صبر کی توفیق عطا فرمائے ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

۶۔ ڈاکٹر سید ضمیر الحسن ہمدانی کو صدمہ

ڈاکٹر سید ضمیر الحسن ہمدانی صاحب آف چک نمبر ۹۸ تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال کی والدہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

۷۔ جناب سردار احمد حیات میکن صاحب ایڈووکیٹ رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر واجر کی توفیق عطا فرمائے۔

۸۔ پروفیسر سید شبیر حسین آف سرگودہا کی اہلیہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

اہل ایمان کیلئے عظیم خوشخبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی کی شہرۂ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۱۔ **فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن** کی مکمل ۱۰ جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے جسے بڑے مباہات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے ہے۔

۲۔ **زاد العباد لیوم المعاد** اعمال وعبادات اور چہاردہ معصومین کے زیارات، سر سے لیکر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصۂ شہود پر آگئی ہے جسکا ہدیہ دو سو روپے ہے۔

۳۔ **اعتقادات امامیہ** ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسیؒ جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں نہایت اختصار وایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد واصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لیکر لحد تک زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال وعبادات کا تذکرہ ہے تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہو کر منظر عام پر آگئی ہے ہدیہ صرف تیس روپے۔

۴۔ **اثبات الامامت** آئمہ اثناعشر کی امامت وخلافت کے اثبات پر عقلی ونقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچوں ایڈیشن

۵۔ **اصول الشریعہ** کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے ہدیہ ڈیڑھ سو روپے۔

۶۔ **تحقیقات الفریقین** اور **اصلاح الرسوم** کے نئے ایڈیشن عنقریب قوم کے سامنے پہنچ رہے ہیں۔

۷۔ **قرآن مجید مترجم** اردو مع خلاصۃ التفسیر بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والا ہے جسکا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمٰن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔

۸۔ **وسائل الشیعہ** کا ترجمہ نویں جلد بہت جلد بڑی آب وتاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

۹۔ **اسلامی نماز** کا نیا ایڈیشن عنقریب بڑی شان وشکوہ کے ساتھ عرصہ وجود میں انشاء اللہ آرہا ہے۔

فرمودات حضرت علیؑ

- اپنے آپ پر فخر کرنا اور خود پسندی کا شکار ہو جانا کمزوریٔ عقل کی علامت ہے
- بڑھاپے سے قبل جوانی اور بیماری سے پہلے صحت سے فائدہ اٹھاؤ
- غصہ انسان کی عقل کو فاسد اور راہ صواب سے دور کر دیتا ہے
- انسان کے لئے عظیم ترین شرف حسن اخلاق ہے
- لوگوں کے سامنے کسی کو نصیحت کرنا اس کی شخصیت کو توڑنا ہے
- مومن انسان اپنے نفس کو سختی میں ڈالتا ہے اور لوگ اس سے آرام و سکون میں رہتے ہیں
- عمل میں اخلاص، یقین کی قوت اور نیت کی درستگی سے پیدا ہوتا ہے
- بہترین زہد، زہد کو خفیہ رکھنا اور اس کا اظہار نہ کرنا ہے
- دعا کے ذریعے بلاؤں کو دور کرو
- اخلاق کی وسعت میں رزق کے خزانے پوشیدہ ہیں